چہ خوش بُودے اگر ہر یک زِ اُمت نُورِ دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دِل پُر از نُورِ یقیں بُودے



"قدرتِ ثانیہ" کے مظہرِ اوّل ــــ سیّدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل

ماہنامہ

# انصار اللہ

ربوہ

مئی ۱۹۹۵ء

ایڈیٹر: نصر اللہ خان ناصر

# محبّ اپنے محبوب کی نگاہ میں

سیّدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہؑ ..... فرماتے ہیں:۔

"مولوی حکیم نورالدین صاحب اپنے اخلاص اور محبّت اور صفتِ ایثار اور للہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی (دینِ حق) میں عجیب شان رکھتے ہیں۔ کثرتِ مال کیساتھ کچھ قدرِ قلیل، خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا ہے مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں پر اُن کی صحبت کا اثر ہے .... اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک میرے پاس نہیں .... خدا تعالیٰ اس خصلت اور ہمّت کے آدمی اس اُمّت میں زیادہ سے زیادہ کرے۔ آمین ثم آمین

؎ چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ اُمّت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

(نشان آسمانی صـ۹۶)

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

# انصار اللہ

ربوہ

ہجرت ۱۳۷۴ ہش

مئی ۱۹۹۵ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ


## اس ماہ کے شمارے میں




جلد نمبر ——— ۳۶

شمارہ نمبر ——— 5


## شرح چندہ


پاکستان ——— چالیس روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ——— چار روپے

## اداریہ

# ۲۷ مئی ـــــ "قدرتِ ثانیہ" کا ظہور

احیاءِ دین اور قیامِ شریعت کیلئے سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے "جانشین" کا ظہور ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ یہ جانشین مسیح موعود اور مہدی معہود کے منصب پر فائز مقدس وجود دنیا میں ظاہر ہو چکا ہے اور اس کے ذریعہ فدایانِ ملت کی جماعت "آخرین" کے روپ میں منصۂ شہود پر آ چکی۔ اور دنیا نے مہدیٔ برحق کے ذریعہ ایک عظیم فکری، علمی، اخلاقی اور روحانی انقلاب دیکھ لیا۔ اس عظیم کام کی تکمیل کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعد "قدرتِ ثانیہ" کے ظہور کا وعدہ فرمایا۔ جو آیتِ استخلاف کے عین مطابق تمکنتِ دین اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام کا باعث بنا۔ سُنّت اللہ کے مطابق اس نظام سے قیامِ توحید، وحدتِ قومی اور صالح معاشرہ کا قیام اور اس کی پیش رفت مقدر تھی۔ اسی بابرکت نظام کی خبر دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں اعلان فرمایا۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔ تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے۔۔۔۔ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا ضروری ہے۔۔۔۔ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو سکتا۔ اور وہ دوسری قدرت آ نہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔" (رسالہ الوصیت)

پھر فرمایا:-

"میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے" (ایضاً)

قدرتِ ثانیہ کے ذریعہ عظیم مقاصد کی تکمیل، غلبہ اور شوکت کے ظہور کی خبر دیتے ہوئے حضرت اقدس نے فرمایا :۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔" (رسالہ الوصیّت)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ان ارشادات سے یہ امور واضح ہیں کہ

- سُنّت اللہ کے مطابق دو قدرتوں کا ظہور ضروری ہے۔
- "قدرتِ ثانیہ" دائمی ہے۔ اس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہ ہوگا۔
- قدرت ثانیہ کا ظہور حضرت اقدس کے وصال کے بعد ہوگا۔
- "قدرت ثانیہ" سے مراد "بعض اور وجود" ہیں۔
- یہ وعدہ جماعت کی نسبت ہے کہ اس بابرکت نظام کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو غلبہ ہوگا۔
- اس بابرکت نظام سے توحید باری تعالیٰ قائم ہوگی۔
- دوسری قدرت کے ذریعہ اقوام و ملل دینِ واحد پہ جمع ہوں گی۔

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو "قدرتِ ثانیہ" کا ماہتاب اپنی پوری آب و تاب اور شان و شوکت سے طلوع ہوا۔ اور دنیا کا ہر خطہ اور بلاد و امصار اس سے روشن ہوئے۔ اور پھر ایک چاند کے بعد دوسرا چاند "قدرتِ ثانیہ" کے مظہر بنتے چلے گئے۔ اور ان مقاصد کی تکمیل ہوتی گئی جس کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مبعوث ہوئے۔ آج جماعت احمدیہ کو ہی یہ مبارک نظام نصیب ہے۔ اور قدرت ثانیہ کے اسی چاند سے دنیائے احمدیت روشن ہے۔ اور یہ بلاشبہ ایک عظیم آبِ حیات ہے۔ اور اسی سے ہماری قومی زندگی میں بہار ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

---

## قارئین تصحیح فرمالیں:

۱۔ ماہنامہ انصاراللہ کے خاص نمبر اپریل ۱۹۹۵ء کے اداریہ میں سہواً ۱۹۹۵ء چھپ گیا ہے۔ منن الرحمٰن ۱۸۹۵ء میں لکھی گئی۔ سن کی درستی کر لی جائے۔

۲۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی تصویر کے نیچے (ص ۱۶ سے آگے) سن وفات ۱۹۴۱ء درست کر لیا جائے۔

۳۔ خاص نمبر کے ص ۴۵ پر ایک شعر کا دوسرا مصرعہ یوں ہے۔ ؏ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

امام الکلام

# قدرتِ ثانیہ کے ظہور کی پیشگوئی

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ ..... فرماتے ہیں:۔

"یہ خدا تعالیٰ کی سُنّت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سُنّت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے.... پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں..... جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔ ..... خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے.......

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے۔ اسلئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤنگا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد　　صـــــ)

کلام الامام

# "قدرتِ ثانیہ" ـــــ مشیّتِ الٰہیہ کا ظہور

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ..... فرماتے ہیں :-

"مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے (امام) بنایا ہے .... اگر کوئی کہے کہ انجمن نے .... بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو .... یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ (امامت) کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا ہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں۔ اور انہوں نے اپنا دعویٰ ان کے سامنے پیش نہیں کیا ..... مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود۔ بشیر۔ شریف۔ نواب ناصر نواب محمد علی خاں کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔"

"سنو! میرے دل میں کبھی یہ غرض نہ تھی کہ مَیں (جانشین) بنتا۔ مَیں جب مرزا صاحب کا مرید نہ تھا تب بھی میرا یہی لباس تھا۔ مَیں امراء کے پاس گیا اور معزّز حیثیت میں گیا مگر تب بھی یہی لباس تھا۔ مرید ہو کر بھی مَیں اسی حالت میں رہا۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد جو کچھ کیا خدا تعالیٰ نے کیا۔ میرے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا اور مجھے تمہارا امام اور .... بنا دیا۔ اور جو تمہارے خیال میں حقدار تھے ان کو بھی میرے سامنے جھکا دیا۔ اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو؟ اگر اعتراض ہے تو جاؤ خدا پر اعتراض کرو مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے وبال سے بھی آگاہ رہو ...."

"تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں۔ تم (امامت) کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے (امام) بنایا ہے، اور نہ اب تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے **خالد بن ولید** ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔

دیکھو میری دعائیں عرش پر بھی سُنی جاتی ہیں۔ میرا مولیٰ میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے، میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے۔ تم ایسی باتوں کو چھوڑ دو توبہ کرو۔ تھوڑے دن صبر کرو۔ پھر جو پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔"

(بدر ۱۱۔ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۵، ۴)

**عربی منظوم کلام**

# فَدَتْ نَفْسِیْ نَبِیًّا ذَا الْمَقَامِ

میری جان اُس نبی پر قربان ہے جو صاحبِ مقامِ محمود ہے

وَرَدْنَا الْمَاءَ صَفْوًا غَیْرَ کَدْرٍ ❖ وَیَشْرَبُ غَیْرُنَا وَشَلَ الْاِجَامِ

ہم پانی میں وارد ہو گئے جو مصفّا اور غیر مکدّر ہے۔ اور ہمارے مخالف تھوڑا سا جنگلوں کا پانی پی رہے ہیں

اَتَانِی الصَّالِحُوْنَ فَبَایَعُوْنِیْ ❖ وَخَافُوْا رَبَّھُمْ یَوْمَ الْقِیَامِ

نیک لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے بیعت کی۔ اور خدا تعالےٰ سے اور جزا سزا کے دن سے ڈرے

وَاَمَّا الطَّالِحُوْنَ فَاَکْفَرُوْنِیْ ❖ وَلَعَنُوْنِیْ وَمَا فَھِمُوْا کَلَامِیْ

جو بد کار تھے سو انہوں نے مجھے کافر ٹھہرایا۔ اور میرے پر لعنتیں کیں اور میرے کلام کو نہ سمجھا

وَاَفْتَوْا بِالْھَوٰی مِنْ غَیْرِ عِلْمٍ ❖ وَقَالُوْا کَافِرٌ لِلْکُفْرِ کَامِیْ

اور بغیر بصیرتِ علم کے اور ہوا و ہوس کے (ساتھ) فتویٰ لکھا۔ اور کہا کہ کافر ہے اور کفر کیلئے گواہی کو چھپانے والا

فَلَا وَاللّٰہِ لَسْتُ کَکَافِرِیْنَا ❖ فَدَتْ نَفْسِیْ نَبِیًّا ذَا الْمَقَامِ

پس یہ بات نہیں اور بخدا میں کافر نہیں۔ میری جان اس نبی پر قربان ہے جو صاحبِ مقامِ محمود ہے

وَاَصْبَانِی النَّبِیُّ بِحُسْنِ وَجْہٍ ❖ اَرٰی قَلْبِیْ لَہٗ کَالْمُسْتَھَامِ

اور میرا دل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ میں اپنے دل کو اپنے لئے سراسیمہ دیکھتا ہوں

وَذِکْرُ الْمُصْطَفٰی رُوْحٌ لِّقَلْبِیْ ❖ وَصَارَ لِمُھْجَتِیْ مِثْلَ الطَّعَامِ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر میرے دل کے لئے آرام ہے اور میری جان کے لئے مثلِ طعام کے ہے

(نور الحق جلد ثانی ۔ القصائد الاحمدیہ صـــ٢١٣)

فارسی منظوم کلام

# نیست شو تا بر تو فیضانے رسد

نیست ہو جا تا کہ تجھے فیضان پہنچے

چوں شود بخشائشِ حق بر کسے　　دل نمے ماند بدنیایش بسے

جب کسی پر خدا کی مہربانی ہو جاتی ہے تو پھر اس کا دل دنیا میں نہیں لگا رہتا

خوشترش آید بیابانِ تپاں　　تا در و نالد بہ مہرِ دلستاں!

اس کو تپتا ہوا صحرا پسند آتا ہے تاکہ وہاں اپنے معشوق کے حضور میں گریہ و زاری کرے

پیش از مُردن بمیرد حق شناس　　زانکہ محکم نیست دُنیا را اساس

عارف انسان تو مرنے سے پہلے ہی مر جاتا ہے کیونکہ دنیا کی بنیاد مضبوط نہیں ہے

ہوش کُن ایں جائیگہ جائے فناست　　باخدا مے باش چوں آخر خداست

خبردار ہو کہ یہ مقام فانی ہے باخدا ہو جا۔ کیونکہ آخر خدا سے ہی واسطہ پڑتا ہے

نیست شو تا بر تو فیضانے رسد　　جاں بیفشاں تا دگر جانے رسد

نیست ہو جا۔ تاکہ تجھے فیضان پہنچے۔ جان قربان کر۔ تاکہ دوسری زندگی ملے

نیک دل با نیکواں دارد سرے　　بدگہر تف مے زند بد گوہرے

نیک دل انسان نیکوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ بد اصل آدمی موتی پر تھوکتا ہے

ہست دیں تخمِ فنا را کاشتن　　وز سرِ ہستی قدم بر داشتن

دین کیا ہے۔ فنا کا بیج بونا اور زندگی کو ترک کر دینا

(تذکرۃ الشہادتین ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۹۱-۹۲)

# سیرت سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...

از حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب

نوٹ: سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ..... کی سیرت پر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے جماعت احمدیہ کے ستاسی ۸۷ ویں جلسہ سالانہ منعقدہ ربوہ مورخہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۷۹ء کو تقریر فرمائی۔ ادارہ اسے افادۂ احباب کے لئے شائع کر رہا ہے۔

**آغاز تعلق اور جذبہ محبّت:** حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل" ریاست جموں وکشمیر میں شاہی طبیب تھے۔ ایک دن ریاست کے وزیر اعظم نے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اشتہار پڑھنے کو دیا۔ جو آپ نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لئے ایشیا، امریکہ اور یورپ کے تمام مذہبی عمائد اور مفکرین کو بھجوایا تھا۔ وہ اشتہار پڑھتے ہی آپ عازم قادیان ہوگئے۔ حضرت اقدس کے رُخِ مبارک پر جب آپ کی نظر پڑی تو آپ کے الفاظ ہیں۔ "مَیں نے دل میں کہا۔ یہی مرزا ہے۔ اس پر مَیں سارا ہی قربان جاؤں۔ گویا وہی کیفیت ہوئی جیسے کسی نے کہا ہے ؎

عجب گیرندہ گام بُود در عاشق روائی ہا
نگاہے آشنائے یار پو شد آشنائی ہا

پھر فرمایا:۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا "مَیں ہوا خوری کے لئے جاتا ہوں کیا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے" مَیں نے کہا کہ ہاں۔ آپ دُور تک ساتھ چلے گئے۔ تو آپ نے مجھے فرمایا کہ "امید ہے آپ جلد واپس آجائیں گے" حالانکہ مَیں ملازم تھا۔ اور بیعت وغیرہ کا سلسلہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ پھر مَیں واپس آیا اور ایسا آیا کہ پھر وہیں کا ہو گیا۔

**اخلاص و وفا کا مثالی رنگ:** ایک عربی تحریر میں آپ نے بیان کیا۔ "مجھے ایسے کامل مرد کے دیکھنے کا انتہائی شوق تھا۔ جو یگانہ روزگار ہو اور میدان میں تائیدِ دین اور

نہ پاتی اور احمدیت کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہوتی ۔" (صـ ۱۲۲)

غور کا مقام ہے کہ غیر مبائعین نے تو اپنے زعم کے مطابق حضرت مسیح موعود کو ان کے صحیح اور اصل مقام پر رکھا اور ان کے متعلق غالیانہ عقائد کا اظہار نہیں کیا۔ اس لئے چاہیئے تھا کہ ان کے بزعم خود صحیح مؤقف کے نتیجے میں انہیں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شہادت متواتر یہ چلی آتی ہے کہ وہ جن کا ابتدائی دعویٰ تھا کہ جماعت کا ۱۹/۲۰ حصہ ان کی تائید میں ہے گرتے گرتے مٹھی بھر رہ گئے اور باہمی اختلافات کی وجہ سے ان کی حالت عبرتناک ہو چکی ہے۔ اور جماعت احمدیہ بفضلِ اللہ تعالیٰ ہر نوع کی شدید مخالفت کے اور طرح طرح کی ایذا دہی کے باوجود بہیم شاہراہِ ترقی پر گامزن رہی۔ آج اس محفل میں جس قدر غیراز جماعت متلاشیانِ حق موجود ہیں۔ ان کی تعداد جملہ غیر مبائعین کی تعداد سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔ اور ایسی ہی نسبت ان فدایان کی ہے جو بیرونِ پاکستان سے ہزاروں میل کا سفر کر کے اور لاکھوں در لاکھوں روپے کو صرف کر کے اس مبارک اجتماع میں شمولیت کی خاطر حاضر ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور انسانی آنکھوں میں بھی فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولُوا الْاَبْصَار ہے۔ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الاول ..... اختلافی مثال کی بار بار شاندار الفاظ میں وضاحت نہ فرما چکے ہوتے اور جماعت کو محکم بنیادوں پر قائم نہ کر چکے ہوتے تو جماعت کا شیرازہ کبھی کا بکھر چکا ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ اس کی تقدیر نے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا کر کے دین اسلام کی تقویت اور مسلمانوں کی وحدت کا سامان فرمایا تھا۔ ویسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال پر حضرت مولوی نورالدین ..... کو کھڑا کر کے سلسلہ احمدیہ کی تقویت اور جماعت کی وحدت کا انتظام فرمایا۔ جیسا کہ آپ نے ابتداء میں ہی ایک مضمون کے دوران فرمایا۔ حضرت مسیح موعود نے زندگی میں سرّ الخلافہ لکھ کر اور وفات میں روحانی ترقی کا معجزہ دکھا کر ثابت کر دیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک..... کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ دیکھتے نہیں کہ نبی کریم کے غلام اور اس کے جانشین کے رُوبرُو آپ کے چار بیٹے اور پوتا۔ لائق داماد اور ایک سیّد خسر موجود ہیں۔ اور وہ ہمہ تن اس آدمی کے ماتحت جو نہ قرب نہ اتنا رشتہ دار جتنا قریشیت کے لحاظ سے صدیق اکبر کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق حاصل تھا۔ اس موجودہ اتفاق و وحدت سے ہمارے احباب فائدہ اٹھائیں۔ آپ کی ذات بابرکات تمام افراد کے لئے بغیر تفریق یکساں فیض رساں ہیں۔

**وقار اور سادگی کا حسین امتزاج:** شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا۔ قادیان میں باہر سے جب کوئی شخص آتا ہے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح کو اس کی آنکھیں

تلاش کرتی ہیں تو وہ اس کے دربار میں پہنچ کر سخت حیران ہوتا ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ معمولی چٹائیوں کے فرش پر بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ اور سب کے سب نہایت بے تکلفی اور سادگی سے بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں بظاہر کسی قسم کا امتیاز نظر نہیں آتا۔ وہ اتنا تو دیکھتا ہے کہ ایک وجیہہ پُر نُور پُر ہیبت بوڑھا ان میں موجود ہے۔ مگر اس کا لباس، نشست و برخاست، اس کا اندازِ گفتگو ایسا نہیں کہ جس سے سمجھ سکے کہ یہ نورانی وجود مسندِ (امامت) پر متمکّن ہے۔ وہ نہایت سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ مریدوں کے ہجوم کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جو ان کے مرضوں کی تشخیص کرتا ہے اور ان کا علاج کرتا ہے۔ ان میں سے بعض کئی قسم کے مذہبی سوال کرتے ہیں۔ اور اس کا جواب اسی منہ سے سُنتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وجود کو اس کی آنکھیں ڈھونڈ رہی تھیں وہ یہی ہے۔ اس وقت دیکھنے والے کا تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اوپر سے دربار (امامت) کا نقشہ نظر آجاتا ہے۔ ہمارا ..... اور امام نہایت سادہ مزاج اور نہایت بے تکلّف امام ہے۔ وہ ادنیٰ سے اعلیٰ کے ساتھ اس طور پر کلام کرتا ہے کہ ہر شخص یقین کرتا ہے کہ جو محبت اور بے تکلّفی اسے اس کے ساتھ ہے شاید کسی اور کے ساتھ نہ ہو۔ مگر وہ سب کے ساتھ وہی ہمدردی اور محبّت رکھتا ہے۔ اس کی اندرونی اور بیرونی نشست میں سادگی ہی سادگی ہے۔ اس کے کھانے میں اس کے پہننے میں بھی سادگی ہے۔ اسے عام لوگوں میں سے جو چیز اسے ممتاز کرتی ہے۔ وہ اس کا پُر شوکت اور نورانی چہرہ اور اس کی عام ہمدردی اور خدمت دین ہے جس میں وہ تمام وقت مصروف رہتا ہے۔ آپ کے دربار میں ہر کس و ناکس کو رسائی تھی ........

۱۸- نومبر ۱۹۱۰ء جمعہ کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گر گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کشف میں دیکھا تھا کہ مولوی نور الدین صاحب گھوڑے سے گر گئے ہیں۔ آپ کو بہت سی ضربات آئیں۔ اور دائیں کنپٹی پر گہرا زخم پہنچا۔ جو بعد میں ناسُور کی شکل اختیار کر گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے ایسی حالت میں جان بخشی فرمائی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو الہام پورے ہوئے۔ "دوبارہ زندگی" دوسرا الہام "منسوخ شدہ زندگی" ایک لمبے عرصہ تک آپ اپنی نشست کے کمرے سے باہر تشریف نہ لے گئے۔ پھر بھی اس حالت میں تعلیم و تدریس اور تشخیص و علاج امراض اور دیگر فرائض کی ادائیگی کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کے چشمۂ فیض کی روانی میں کمی نہ آئی۔ استحکام (امامت) کے سلسلے میں بعض معرکۃ الآراء تقاریر اور اعلانات اس حادثہ کے بعد کے زمانہ کے ہیں۔

## حسین یادوں کا تذکرہ:

غیر مناسب نہ ہوگا کہ اس مرحلہ پر کچھ تذکرہ ان نوازشات اور احسانات کا بھی کیا جائے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی طرف سے اس عاجز پر بطور

مرحمتِ خسروانہ ثابت ہوئے۔ اس عاجز کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی زیارت کا شرف ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو لاہور میں حاصل ہوا۔ جب حضور کا لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم ..... پڑھ کر سنا رہے تھے۔ میری عمر اس وقت ۱۱ ۱/۲ سال تھی۔ لیکن تمام وقت یہ عاجز حضور اقدس کے مبارک چہرے پر ٹکٹکی باندھے رہا۔ اور حضور کی صداقت ہر لحظہ میرے دل میں محکم تر ہوتی گئی۔ حضور قریب ۸ ہفتے بعد ۲۷۔ اکتوبر کی شام کو سیالکوٹ تشریف لائے۔ دوسرے روز میری والدہ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ حضور کی بیعت سے مشرف ہوئیں۔ خاکسار ان کے ہمراہ تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی حضور اقدس کے ان خدام میں سے تھے جو حضور کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ میرے والد صاحب اس وقت تک حضور کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے لیکن ابھی بیعت نہیں کر پائے تھے۔ ان کے دوست چوہدری محمد امین صاحب سلسلہ کے متعلق حُسنِ ظن رکھتے تھے۔ لیکن بیعت کرنے میں انہیں کچھ تردّد تھا۔ ان کے اطمینان کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے ساتھ مغرب کے بعد والد صاحب اور چوہدری صاحب کے لئے ملاقات کا وقت مقرر ہوا اور یہ سلسلہ تین چار دن جاری رہا۔ خاکسار بھی ان دونوں اصحاب کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ اس حُسنِ اتفاق کا خاکسار کو ایک عظیم فائدہ یہ ہوا کہ حضرت مولوی صاحب خاکسار کو پہچاننے لگ گئے۔ والد صاحب نے ان ملاقاتوں کے سلسلے کے اختتام پر دوسری صبح ہی نماز فجر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ خاکسار بھی حاضر تھا۔ لیکن چوہدری صاحب رُکے رہے۔ بیعت کرنے کے بعد والد صاحب کا دستور تھا دسمبر کے آخر اور ماہ ستمبر کے آغاز کی عدالتی تعطیلات کے دوران قادیان حاضر ہوتے اور خاکسار کو بھی ساتھ لے جاتے۔ ان ایّام میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کی مجلس میں حاضری کا شرف خاکسار کو بھی حاصل ہوتا۔ آپ کا ایک نہایت عظیم الشان احسان اس ذرّہ ناچیز پر یہ ہوا کہ جولائی ۱۹۰۷ء میں والد صاحب کو آپ کا ارشاد پہنچا کہ آپ اپنے بچے کی بیعت کرا دیں یہ خاکسار ۳۔ ستمبر ۱۹۰۴ء سے ہی اپنے تئیں جماعت میں شمار کرتا تھا۔ اور اپنے والدین کی بیعت میں خود کو شامل سمجھتا تھا۔ لیکن حضرت مولوی صاحب کے اس ارشاد کے بعد ۱۶۔ ستمبر ۱۹۰۷ء کو بدوں اپنے والد صاحب کی تحریک کے خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں بیعت کی اجازت کی درخواست کی اور حضور کے اذن سے دست مبارک پر شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔ اگر حضرت مولوی صاحب کے ارشاد میں چند ماہ کی تاخیر ہو جاتی۔ یہ عاجز اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم رہتا۔

حضرت مسیح موعود کے وصال کے وقت خاکسار گورنمنٹ کالج لاہور میں زیرِ تعلیم تھا۔ خاکسار حضور کے جسدِ اطہر کے جلو میں قادیان حاضر ہوا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی بیعت سے مشرف ہوا۔ اس کے بعد قادیان

میں حاضری کے مواقع میسر آنے پر زیادہ تر وقت حضور کی مجلس میں گزارتا۔ اور حضور کی طرف سے پیہم شفقت کا مورد ہوتا۔

اپریل ۱۹۱۱ء میں بی۔اے کے امتحان سے فارغ ہو کر خاکسار نے چند دن سیالکوٹ میں والدین کی خدمت میں گزارے اور پھر قادیان حاضر ہو گیا۔ جہاں چند ہفتے حضرت خلیفۃ المسیح کی مجلس میں حاضر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ابھی آپ نشست کے کمرے ہی میں دن بسر فرماتے تھے۔ کنپٹی کے ناسور پر روز پٹی ہوتی تھی پٹی کے بعد شاگردوں میں سے کوئی کچھ دیر کے لئے .......... آپ کا بدن دباتے تھے۔ خاکسار کی حاضری کے پہلے دن جب ظہر کی نماز پر آپ نے حاضرین کو یہ ارشاد فرمایا کہ جاؤ ...... نماز ادا کرو تو خاکسار بھی تعمیل ارشاد کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ میاں تم یہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ نماز کے لئے آپ پلنگ کے ساتھ قبلہ رُو ہو کر بیٹھ جاتے۔ خاکسار آپ کے دائیں جانب ذرا وقفہ چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ آپ کمال شفقت سے خاکسار کو دائیں جانب سے ..... اپنے قریب کر لیتے۔ تین چار شاگرد بھی خاکسار کی دائیں جانب کھڑے ہو جاتے۔ شیخ تیمور صاحب نماز پڑھاتے۔ ایک دن عصر کی نماز کے وقت اتفاقاً شیخ تیمور صاحب موجود نہیں تھے۔ آپ نے خاکسار کو فرمایا میاں تم نے قرآن پڑھا ہے۔ تم نماز پڑھاؤ۔ تعمیل ارشاد کے بغیر چارہ نہ تھا۔ ایک دن ڈاکٹر صاحبان پٹی کر کے رخصت ہو گئے۔ کوئی شاگرد موجود نہیں تھا۔ خاکسار اکیلا ہی حاضر تھا۔ خاکسار کو بدن دباتے کی مشق نہیں تھی لیکن جرأت کر کے خاکسار پلنگ پر آپ کی پیٹھ کی طرف بیٹھ گیا اور ڈرتے ڈرتے اناڑی ہاتھوں سے آپ کے دائیں بازو کو دبانا شروع کیا۔ چند لمحوں کے بعد جب خاکسار نے اندازہ کیا کہ اب سو گئے ہوں گے۔ تو خاکسار نے دبانا بند کر دیا۔ آپ نے دایاں بازو اٹھا کر خاکسار کی گردن کے گرد ڈال کر خاکسار کے چہرہ کو اپنے مبارک چہرہ کے قریب کر لیا۔ اور فرمایا۔ میاں ہم نے آپ کے لئے بہت بہت دعائیں کی ہیں۔ عصر کے بعد آپ نشست کے کمرے سے باہر صحن میں تشریف فرما ہوتے۔ وہاں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا۔ ایک دن خاکسار سے فرمایا۔ میاں یہ کھیل کود کا وقت ہے تمہارا دل باہر جا کر کھیلنے کو نہیں چاہتا۔ خاکسار نے عرض کیا حضور مَیں جہاں ہوں وہیں خوش ہوں۔ خاکسار کو والد صاحب کا خط ملا۔ کہ اب تمہارا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ تم امید رکھتے ہو کہ تم بفضل اللہ پاس ہو جاؤ گے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اعلیٰ تعلیم کے لئے تم انگلستان جاؤ۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں اجازت کے لئے عرض کرو۔ خاکسار نے ایک عریضہ میں چند معروضات درج کر کے حضور کی خدمت میں عریضہ پیش کر دیا۔ آپ بہت مختصر گو اور مختصر نویس تھے۔ عریضہ کے ایک حاشیہ پر گذارش کے متعلق اپنا ارشاد درج فرما کر واپس کر دیا۔ انگلستان جانے کے متعلق تحریر فرمایا۔

استخارہ کریں: آپ بھی اور آپ کے والد صاحب بھی۔ اطمینان ہو تو جائیے۔ چند دن بعد شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب کا کارڈ لاہور سے لکھا ہوا مجھے ملا۔ کہ نتیجہ نکل گیا ہے۔ تم اوّل درجہ میں پاس ہوگئے ہو۔ خاکسار نے کارڈ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بہت خوش ہوئے۔ ہر آنے والے سے فرماتے کہ ہم آج بہت خوش ہیں۔ یہ پاس ہو گئے۔ تعجب ہے کہ انہیں پہلے سے ہی معلوم تھا۔ چند دن بعد خاکسار سفر انگلستان کی تیاری کے لئے سیالکوٹ چلا گیا۔ اور پھر آخر میں دس دن کیلئے والد صاحب اور ماموں کے ساتھ حضور کی خدمت اقدس میں رخصت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے بڑی شفقت سے چند دعائیں اور ہدایات فرمائیں اور فرمایا ہمیں خط لکھتے رہنا۔ خاکسار کے انگلستان سے ہر ارسال کردہ عریضہ کا جواب دست مبارک سے تحریر فرماتے اور چھوٹی سے چھوٹی بات میں دلچسپی کا اظہار فرماتے اور مشورہ دیتے اور مشفقانہ دعائیں اور القاب ظفر اللہ باشی ارشد وار جمند باشی سے نوازتے۔ خاکسار کی انگلستان سے واپسی آپ کے وصال کے چند ماہ بعد ہوئی۔ صاحبزادہ عبدالحیٔ صاحب نے بتایا کہ تمہارا خط ملنے کے بعد جمعہ کی تیاری کے دوران فرماتے اس کا خط دے دو۔ ہم جیب میں رکھیں گے اور اس کے لئے دعائیں کریں گے۔

**آپ کی علالت اور وفات:** شروع ۱۹۱۴ء میں آپ کی صحت کمزور ہونا شروع ہوئی۔ اور کمزوری بتدریج بڑھتی چلی گئی۔ وسط فروری میں سل کی صورت پیدا ہوگئی۔

۱۴۔ فروری کو احباب نے باہمی مشورہ سے..... لاہور سے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کو بلوایا۔ انہوں نے دیر تک معائنہ کرنے کے بعد آپ کے ڈاکٹروں کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور وہی نسخہ تجویز کیا جو زیر استعمال تھا۔ اور مقوّی غذا بتائی۔ جب وہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا۔ اس ڈاکٹر نے میرے پر یوں ہی وقت صرف کیا ورنہ مجھے جو مرض ہے اس کی تشخیص تو اتنی آسان ہے۔ مَیں جب مطب میں بیٹھتا ہوں اور کوئی شخص باہر سے آتا ہے اور مجھے کہتا ہے مولوی صاحب سلام تو مجھے آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ مَیں اس کی آواز سے ہی پہچان جاتا ہوں کہ اسے یہ مرض ہے۔ ۲۶۔ فروری کو ڈاکٹر صاحبان کی رائے کے موافق آپ کو نواب محمد علی خاں صاحب کی کوٹھی دارالسلام میں منتقل کر دیا گیا۔ ۷۔ مارچ کو آپ نے وصیّت لکھی۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ہمارے گھر میں مال نہیں۔ ان کا اللہ حافظ ہے۔ ان کی پرورش یتامیٰ مساکین فنڈ سے نہیں۔ کچھ قرضہ

حسنہ جمع کیا جاوے۔ لائق لڑکے ادا کریں یا کتب جائیداد وقف علی الاولاد ہو۔ میرا جانشین متقی ہو۔ ہر دلعزیز عالم باعمل۔ حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگذر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیر خواہ تھا وہ بھی خیر خواہ رہے۔ قرآن و حدیث کا درس جاری رہے۔

والسلام

نورالدین ۴۔ مارچ ۱۹۱۴ء"

جب تحریر فرما چکے تو مولوی محمد علی صاحب کو ارشاد فرمایا۔ اسے پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ پڑھوائی۔ پھر ارشاد فرمایا کوئی بات رہ تو نہیں گئی۔ مولوی صاحب (محمد علی صاحب) نے عرض کیا بالکل درست ہے۔ نو دن بعد جمعہ کے دن سوا دو بجے بعد دوپہر نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہی اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ۔ ...... آپ حضور کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ملک کے اخبارات اور جرائد نے آپکی وفات پر یک زبان ہو کر خراج تحسین پیش کیا۔ ان میں سے ایک گزارش کرتا ہوں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے "البلاغ" میں زیر عنوان **"الوداع اے نورالدین"** لکھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں تحریک احمدیہ کے کاروانِ سالار و حقائق معنوی کے نباض حکیم نورالدین کی قلمی تعزیت میں سب سے پیچھے ہوں۔ ایک ایسی شخصیت جو وسعت علمی کے ساتھ زہد و تورع کے عملی مظاہر کا گنجینہ تھی۔ اب ہم میں نہیں ہے۔ معارف دینیہ اور دقائق طیبہ کیساتھ ایک پُر وسعت مطالعہ کے امتزاج نے جو صحف آسمانی سے لے کر عام افسانوں پر محیط تھا۔ نورالدین کو ایک ایسی اوجِ نظر پہ قائم کر دیا تھا جہاں نوع انسانی کے جذبات کا طلسم کا بھید سر آشکارا ہو جاتا ہے۔ یہی باعث تھا کہ اسکے معانی پرور تکلم کا ایک ہلکا سا تموّج کسی مخالف کی فسوں پرور بلند آہنگیوں پر ایک مُہرِ سکوت بن جاتا تھا۔ اسکی تمام آب و گلِ جوشِ دینی اور وسعتِ علمی کا ایک پُر ندرت مجموعہ تھی۔ اور اسکی جہاں پیمایانہ نظر ایک پُر جذب کمندِ حکمت تھی۔ اس کے حکیمانہ تجسّس نے کمالِ تورع کے ساتھ مل کر لطائفِ سپہری کی آغوش اس کیلئے کھول دی تھی۔ اور حکمتِ ازل کی کارسازیوں پر اس کا اعتماد سطح علمیت پر قائم ہو گیا تھا۔ اس کی آخری زندگی کا بیشتر حصہ تحریک احمدیہ کے ساتھ وابستہ رہا ہے۔ اور اس کے لیل و نہار اسی جہد دینی کے پُر مشقت مظاہر میں وقف ہوئے ہیں۔ بے شبہ جس پُر خلوص ایثار اور شیفتہ پیوستگی کے ساتھ اس نے اپنے ہادی کا ساتھ دیا۔ اس کی نظیر قدمائے اسلام کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔ مسیحا گر دوں نشین ذات سے شائبہ مرگ کی وابستگی اور مہدی و عیسیٰ کے خصائص کا (مسیح کی وفات اور مہدی و عیسیٰ کے) ایک ذات میں اجتماع ہندی ارباب اسلام کیلئے آشوب شوریدگی اور اجتماع کا ایک تلخ پیام دیا تھا۔ اور جس پُر خروش شدّت کے ساتھ اہلِ اسلام کی جانب سے اس پُر غرابت نکتہ آفرینی کا تخالف ہوا وہ ایک آتش آفرین ادائے رعد کی طرح تھا۔ لیکن نورالدین کا پیمانِ عقیدت ہجوم مخالفت کی طوفان انگیزیوں کے باوجود بہ پیوستگی استوار تھا۔

باقی صـــ۳۹ پر

# برخیز

○

بحر و بر تیرے لئے آج ہیں پھر چشم براہ
طارقِ وقت اُبھر خالدِ دوراں، بر خیز

مجھ سے کہتا ہے مرا رُخشِ عناں تابِ جنوں
جادۂ عشق ہے وا ہمّتِ مرداں، بر خیز

کشتِ ایماں و یقیں پھر سے ہو سبز و شاداب
لکّۂ ابر برس رُخشِ بہاراں، بر خیز

اُٹھ گھٹا ٹوپ اندھیروں کو اُجالوں سے بدل
برق کی طرح چمک اے دلِ سوزاں، بر خیز

لشکرِ اہرمن و عسکرِ باطل کو کچُل
تھام کر پھر علَمِ نصرتِ یزداں، بر خیز

اے یَمِ علم کے غوّاص اُبھر ہاں شاباش
اے تب و تابِ گہر گوہرِ تاباں، بر خیز

بحرِ عرفاں کا شناور ہے تُو ماشاءاللہ
سطحِ عالم پہ اُبھر صورتِ طُوفاں، برخیز
منتظر ہے ترا ہر مدرسۂ فکر و نظر
ماہرِ علم و عمل حاملِ قرآں، برخیز
تیری تقدیر بُلاتی ہے بلندی کی طرف
ہے فلک بوس ترا قُلّۂ فاراں، برخیز
سرد پڑ جائے گی ہر انجمنِ رقص و سرُود
لحنِ داؤد میں پڑھ سورۂ رحماں، برخیز
پھاڑ کر جیب و گریبانِ تعقّل اے دوست
تھام لے عشقِ جنوں خیز کا داماں، برخیز
حجرۂ خواب سے اے شاعرِ تعمیر نکل
بہرِ تطہیرِ اَدب قیسؔ غزل خواں، برخیز

شاعرِ تعمیر حسان الملک بلیغ العصر جناب ڈاکٹر قیس مینائی نجیب آبادی

## قدرتِ ثانیہ کی برکات

# توحیدِ الٰہی کا قیام

محترم مولانا محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری

خدا تعالیٰ کے جتنے بھی مامورین اور مرسلین دنیا میں مبعوث ہوئے ان کا بنیادی کام یہی تھا کہ بنی نوع انسان کو اس خدا کی خبر دی جائے جو اپنی ذات میں واحد و یگانہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس حقیقت کو انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار ان الفاظ میں دہرایا گیا ہے۔

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:-

"نجات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین پیدا کرے اور نہ صرف یقین بلکہ اطاعت کے لئے بھی کمربستہ رہے اور اس کی رضامندی کی راہوں کو شناخت کرے۔ اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہ دونوں باتیں محض خدا تعالیٰ کے رسولوں کے ذریعہ سے حاصل ہوتی آئی ہیں۔ پھر کس طرح یہ لغو خیال ہے کہ ایک شخص توحید تو رکھتا ہے مگر رسول پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ بھی نجات پائے گا۔ اے عقل کے اندھے اور نادان توحید بجز ذریعہ رسول کے کب حاصل ہو سکتی ہے۔"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۷)

پس خدا تعالیٰ اپنے انبیاء کے ذریعہ دنیا میں اپنی وحدانیت کو اس شان سے قائم فرماتا ہے کہ مشرکانہ زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ خدا تعالیٰ کی کامل توحید قائم ہو جاتی ہے۔ پھر جب انبیاء علیہم السلام اپنی طبعی زندگی گذار کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو یہی مقدّس فریضہ ان کے جانشینوں کے سپرد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سورہ نور کی آیت استخلاف میں یہی وعدہ کیا گیا ہے۔ اور اس منصب پر فائز وجودوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ کہ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ گویا وہ خالص موحّد ہوں گے اور شرک کے مخالف ہوں گے۔ پس یہ ایک ذمّہ داری

اور برکت ہوتی ہے کہ ماموریں کے ذریعہ جو توحید الٰہی کا بیج بویا جاتا ہے اسے ان کے جانشین پروان چڑھاتے ہیں۔ اس کی کامل نگہداشت کرتے ہیں۔ اور مومنوں کے دلوں میں توحید کے عقیدہ کو اس قدر راسخ کر دیتے ہیں کہ وہ دوبارہ شرک کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ وہ خود بھی توحید کے پرستار ہوتے ہیں اور اپنے متبعین کو بھی اس کے پرستار بناتے ہیں۔ وہ نہ خود کسی غیر اللہ کے سامنے جُھکتے ہیں نہ اپنی جماعت کو جُھکنے دیتے ہیں۔

توحید کے سب سے بڑے علمبردار ہمارے آقا و مولیٰ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپؐ نے توحید کی عظمت اور ارفع شان اس قدر دلوں میں بٹھادی کہ توحید دین حق کا مغز اور خلاصہ بن گئی۔ توحید ہی کا دوسرا نام دین حق قرار پایا۔ اور اقرارِ توحید و رسالت ایک امتیازی نشان قرار پاگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے عزّ و جل کی وحدانیت کا جو عظیم تصوّر پیش کیا اس کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ یوں بیان فرمایا ہے:-

"حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بُت ہو۔ خواہ انسان ہو۔ خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر و فریب ہو منزّہ سمجھنا۔ اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا کوئی رزّاق نہ ماننا۔ کوئی معزّ اور مذّل خیال نہ کرنا۔ کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اُسی سے خاص کرنا۔ اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اسی سے خالص کرنا۔ پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہو سکتی۔ اوّل ذات کے لحاظ سے توحید۔ یعنی اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا۔ اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔

دوم صفات کے لحاظ سے توحید۔ یعنی یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذاتِ باری کسی میں قرار نہ دینا اور جو بظاہر رب الانواع یا فیض رسان نظر آتے ہیں یہ اسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ تیسرے یہ کہ اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید۔ یعنی محبت وغیرہ شعار عبودیت ہیں۔ دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گرداننا اور اُسی میں کھوئے جانا۔"

(سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۲-۲۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء راشدین نے اس توحید کے علم کو جس جوانمردی۔ عزم و

ہمت اور نورِ بصیرت کے ساتھ بلند رکھا۔ اور دنیا کے مختلف ممالک اور اقوام کے لوگوں کے دلوں میں اس کو راسخ کرنے کی کوشش کی وہ تاریخ ملت کا ایک درخشندہ باب ہے مگر اس کی تفصیل کو بیان کرنا یہاں مقصود نہیں۔ بلکہ ہمارے مدنظر آخری زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے جانشینوں کے ذریعہ توحید الٰہی کے قیام کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت احمدیہ میں جب آسمانی نظام کو قدرتِ ثانیہ کی شکل میں قائم فرمایا تو آپ کے جانشینوں نے توحید خالص کو جماعت احمدیہ کے افراد کے ذہنوں میں اس انداز سے راسخ فرمایا کہ یہ اسی کی برکت ہے کہ آج خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا ہر فرد اس یقین محکم پر قائم ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت، دنیا کا کوئی حاکم، دنیا کا کوئی جابر اس جماعت کو مٹا نہیں سکتا۔ اور وہ نہ صرف خود خدا تعالیٰ کی توحید کامل پر یقین رکھتا ہے بلکہ اکنافِ عالم میں آج وہی توحید خالص کا علمبردار ہے اور دنیا میں توحید کے قیام کے لئے اپنا تن من دھن قربان کر رہا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

> "میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ نے جب توحید کا پیغام دنیا میں پہنچانا ہے تو یاد رکھیں کہ اس راہ میں تکلیفیں دی جائیں گی..... میں جانتا ہوں کہ اس زمانے میں توحید کے لئے جتنی جماعت احمدیہ نے قربانیاں دکھائی ہیں دنیا کے پردے پر توحید کے لئے دی جانے والی ساری قربانیاں ایک طرف کر دیں تو اس کے مقابل پر ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس زمانے میں توحید کے نام پر سوائے جماعت احمدیہ کے کسی کو سزا نہیں دی جا رہی..... خدا کی قسم آج آپ ہیں جو توحید کیلئے ایسی قربانیاں پیش کر رہے ہیں..... پس ہم توحید کے محض دعویدار ہی نہیں۔ ہم توحید کو اپنے اعمال میں جاری کر چکے ہیں۔ آج آپ ہی تو ہیں۔ جو توحید کے نام پر ہر قسم کے ابتلاء میں مبتلاء کئے گئے۔ اور ہر ابتلاء سے ثابت قدم باہر نکلے ہیں۔ اس کا نام قدم صدق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جماعت احمدیہ کو قدم صدق عطا فرماتا رہے۔"
>
> (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ اگست ۱۹۹۳ء۔ الفضل ۲۰۔ نومبر ۱۹۹۳ء)

جہاں ایک طرف قوم میں شرک اور بدعت کا زور ہے۔ قبر پرستی اور مردہ پرستی کو فروغ مل رہا ہے مسلمان حکمران قبروں پر بڑی بڑی چادریں چڑھانا اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتے ہیں۔ اور پیر پرستی اور نجوم پرستی ان کا شیوہ بن چکی ہے وہاں جماعت احمدیہ ہی ہے جو "آسمانی نظام" کی برکت سے اس قسم کی لغو اور بے ہودہ حرکات اور مشرکانہ خیالات سے محفوظ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

؎ شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِؐ مختار ہیں

چنانچہ ائمہ احمدیت نے اپنے اپنے وقت میں جس رنگ میں توحید خالص کے قیام کی کوشش فرمائی اس کا کچھ خاکہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل حضرت حکیم مولانا نورالدین ...... تھے۔ آپ قرآن کریم کے عاشق صادق تھے۔ چنانچہ درس القرآن کے دوران ایک بار آپ نے احباب جماعت کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:۔

"اللہ جلّ شانہ کی سچی فرمانبرداری اختیار کرو۔ اس کی اطاعت کرو۔ اس سے محبت کرو۔ اس کے آگے تذلّل کرو۔ اس کی عبادت ہو اور اللہ کے مقابل میں کوئی غیر تمہارا مطاع۔ محبوب۔ مطلوب۔ امیدوں کا مرجع نہ ہو۔ اللہ کے مقابل تمہارے لئے کوئی دوسرا نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تمہیں ایک طرف بلاتا ہو اور کوئی اور چیز خواہ وہ تمہارے نفسانی ارادے اور جذبات ہوں یا قوم اور برادری (سوسائٹی) کے اصول اور دستور ہوں۔ سلاطین ہوں۔ افراد ہوں۔ مزورتیں ہوں۔ غرض کچھ ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابل میں تم پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ پس اللہ تعالیٰ کی اطاعت۔ عبادت۔ فرمانبرداری۔ تذلّل اور اس کی حُب کے سامنے کوئی اور شے محبوب۔ مقصود و مطلوب اور مطاع نہ ہو"

(فرمودہ ۱۷۔جنوری ۱۹۰۲ء ۔ الفضل ۲۵۔جولائی ۱۹۹۳ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد جب حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب مسندِ امامت پر متمکن ہوئے تو آپ نے پہلے جلسہ سالانہ پر ۲۸۔ دسمبر ۱۹۱۴ء کو جو تقریر فرمائی اس میں بڑے زور دار الفاظ میں جماعت کو توحید پر قائم ہونے اور شرک سے کلیتہً اجتناب کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"مَیں تمہیں بڑے زور سے بتلاتا ہوں کہ دنیا میں لوگ خدا تعالیٰ سے غافل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اُس سے بڑھ کر خوبصورت۔ اُس سے بڑھ کر محبت کرنے والا۔ اُس سے بڑھ کر پیارا اور کوئی نہیں ہے۔ تم لوگ اگر پیار کرو تو اُس سے کرو۔ محبت لگاؤ تو اُس سے لگاؤ۔ ڈرو تو اُس سے ڈرو۔ خوف کرو تو اس سے کرو۔ اگر وہ تمہیں حاصل ہو جائے تو پھر تمہیں کسی چیز کی پروا نہیں رہ جاتی اور کوئی

روک تمہارے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔" (برکات..... صـ۱۱۰)

پھر خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"صرف ایک ہی اللہ ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس کو چھوڑ کر اور کسی کی تلاش کر لوں گا تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ ایک ہی ہے دو نہیں۔ تین نہیں۔ چار نہیں اور ہزاروں لاکھوں نہیں۔ جب ایک ہی اللہ ہے تو اس کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے۔" (ایضاً صـ۱۱۱)

شرک کی تردید کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"اس سے بڑھ کر میں ایک اور بات بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے۔ اللہ ایک ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی احمدی مشرک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو موحّد بننے کی توفیق دی ہے۔ اس لئے مجھے یہ تو ڈر نہیں کہ کوئی احمدی بتوں کے آگے سجدہ کرے گا۔ یا خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کا دامن پکڑنے کی کوشش کرے گا۔ باقی دنیا نے تو دین کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر تم وہ جماعت ہو جس نے عہد کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اس جماعت سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں اسے بڑھاؤں گا اور یہ ایک برگزیدہ جماعت ہے۔ اس لئے اس جماعت کے متعلق صریح شرک کا احتمال نہیں کیا جا سکتا۔" (ایضاً صـ۱۱۸)

جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت مرزا ناصر احمد (خلیفۃ المسیح الثالث) امامت سے قبل اپنی ابتدائی زندگی سے ہی شرک کا قلع قمع کرنے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو قائم کرنے کا جذبہ اپنائے ہوئے تھے۔ چنانچہ محترم ثاقب زیروی صاحب آپ کے بارہ میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:۔

"۱۹۴۸ء میں جب فرقان فورس کشمیر میں محاذ پر خدمات سرانجام دے رہی تھی تو آپ کے ساتھ مجھے محاذِ جنگ میں بربط کی پہاڑیوں پر جانے کا موقع ملا۔ تو بھمبر سے سوکھا تالاب جاتے ہوئے راستہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ جو گائیڈ ہمیں راہنمائی کے لئے دیا گیا تھا وہ چلتے چلتے ایک دم ایک جگہ بیٹھ کر اپنا دایاں ٹخنہ پکڑ کر کراہنے لگا۔ آپ جو چند قدم پیچھے تھے فوراً بھاگ کر اس کے پاس پہنچے۔ معلوم ہُوا کہ اسے بچھو نے ڈس لیا ہے۔ آپ نے اُسے تسلّی دی اور اس کے سامنے بیٹھ گئے کہ بسم اللہ اور ھوالشافی پڑھ کر اس کے ٹخنے کو سہلانے لگے۔ یہ

عمل کوئی دو یا تین منٹ تک جاری رہا۔ اس کے بعد اس شخص کے چہرے پر رونق اُبھرنے لگی یہاں تک کہ وہ ہشاش بشاش اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور قافلہ پھر روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد آپ آگے آگے تھے ہم دونوں پیچھے پیچھے تھے کہ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کے صاحب تو بڑے کرنی والے ہیں۔ گو یہ گفتگو خاص بلند آواز سے نہیں ہو رہی تھی مگر یہ گفتگو آپ نے سُن لی۔ اور فوراً مُڑ کر ہمارے پاس آئے اور گائیڈ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"دیکھو اس میں کسی کرامت کا دخل نہیں ہے اگر چاہو تو میرے جیسے کرنی والے تم بھی بن سکتے ہو۔ بس اتنا کیا کرو کہ جب آموں کو بُور آجائے تو موسم میں اس بُور کو اچھی طرح اپنے ہاتھوں میں رگڑ رگڑ کر مَل لیا کرو۔ اس بُور کا کم از کم سال بھر اثر ضرور رہتا ہے۔"

پھر ہنس کر فرمایا

"ایسا کرنے کے بعد تم بھی میری طرح کے کرنی والے بن جاؤ گے۔"

اس وضاحت و نصیحت کے بعد جب ہم نے اپنا سفر شروع کیا تو مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"ثاقب یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ شرک ہمیشہ باریک در باریک راہوں سے انسانی جذبات و محسوسات پر وار کرتا ہے۔ اسے اس کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ فوراً ہی اسے بتا دوں کہ یہ تاثیر دراصل اللہ تعالیٰ نے اس "بُور" میں رکھ دی ہے۔ بُور والے ہاتھ زخم پر پھیرنے سے مچھر۔ بھڑ اور بچھّو کا درد اور زہر خدا تعالیٰ کے فضل سے جلد دُور ہو جاتا ہے۔ عطائی اور فریب کار اس کو معجزہ کے طور پر پیش کر کے ہی جہلاء کو لُوٹتے ہیں۔"

(الفضل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نمبر صـ۶۷)

جب خدا تعالیٰ نے آپ کو منصب امامت سے سرفراز فرمایا تو خدا تعالیٰ کی وحدانیت۔ اس سے ذاتی تعلق اور اس ذات پر توکّل میں شدّت پیدا ہوتی چلی گئی۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر آپ کو ایسا کامل یقین تھا کہ اس کے مقابل پر آپ کسی اور کو ایک لمحہ کے لئے بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:

"خدا کا یہ عجیب نشان ہے کہ جب ۱۹۷۰ء کے شروع میں میں گھوڑے سے گرا اور علاج کے کئی مراحل سے مجھے گزرنا پڑا تو اس سے میرے گھٹنے STIFF ہو گئے۔ ایک ڈاکٹر مجھے کہنے لگے یہ تو اب ٹھیک ہو ہی نہیں سکتے۔ میں نے کہا میں نے

تمہیں خدا کیے ماننا ہے؟ میں تو اللہ کو مانتا ہوں اور اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں جو قادر مطلق ہے۔ اس کے سامنے کوئی چیز انہونی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور یہ تکلیف دُور ہوگئی ..... (الفضل ۲۔ مارچ ۱۹۸۰ء)

پھر آپ اپنے رب پر بھروسہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"آج میں تم کو بتاتا ہوں کہ مجھے دنیا کے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ میرا سہارا ہے اور اس پر میرا توکل ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس صدی میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار قائم ہوگا۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۲۸۔ دسمبر ۱۹۸۰ء)

۱۸۔ جولائی ۱۹۸۰ء کو فرینکفرٹ میں خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا :۔

"بنیادی حقیقت اس کائنات کی توحید باری تعالیٰ ہے۔ اس کو چھوڑ کر اس کو ناراض کرکے ہم کہاں جائیں گے۔ انسانوں کی پرواہ نہ کرو۔ انسان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ وہ ایک ایٹم ایک ذرہ پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں ہے۔ اس لئے بجز خدا کے کسی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہمیشہ مسکراتے رہو۔ صرف خدا سے ڈرو اور ہمیشہ اسی فکر میں رہو کہ وہ ناراض نہ ہو جائے۔" (دورہ مغرب ص ۱۳۴)

پھر حضور نے خدا تعالیٰ کی توحید پر یکم اگست ۱۹۸۰ء کو اوسلو ناروے میں افتتاح "البیت" کے موقعہ پر فرمایا :۔

"وہ اللہ ذاتِ واحد ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اس کے سوا کوئی اور عبادت اور اطاعت کے لائق نہیں۔ وہ عالم الغیب ہے۔ وہی اپنی ذات کی حقیقی معرفت رکھتا ہے۔ اس کے سوا اس کی ذات اور صفات کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ ہر مشہود چیز کا بھی حقیقی علم اسی کو ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی نگاہ میں ہے ..... تمام صفاتِ حسنہ اس میں پائی جاتی ہیں۔ وہ قادرِ مطلق اور کامل حکمتوں والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اسے کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ دنیا کا مالک ہے وہ آقا ہے۔ بے انتہا فضل کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا۔ اور جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جزا سزا کا اختیار کسی اور کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ حیّ و قیوم اپنی ذات میں خود کفیل اور ہر حیات کا سرچشمہ اور ہر وجود کا سہارا ہے۔

وہ اللہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ اس نے کسی کو جنا ہے نہ خود جنا ہوا ہے۔ اور کوئی نہیں جو اس کا ہمسر ہو یا اس جیسا ہو۔ سرِ مُو انحراف کئے بغیر توحید باری پر صحیح رنگ میں ایمان لانا یہ وہ عدل ہے جو ایک بندے کے لئے اپنے خالق کے بارہ میں روا رکھنا لازم ہے۔

توحید باری پر ایمان کا اعلان کرنے اور پوری صحت کے ساتھ اعلان کرنے کی غرض سے ہی اللہ کا گھر تعمیر کیا جاتا ہے۔" (دورۂ مغرب صـ ۲۲۱-۲۲۲)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے دَور میں توحید کے قیام اور ہر فرد کے ذہن میں اس کی حقیقت کو راسخ کرنے کے لئے ایک خاص جوش اور ولولہ نظر آتا ہے۔ آپ نے اس موضوع پر متواتر کئی خطبات جمعہ ارشاد فرمائے جن میں توحید الٰہی کی افادیت، ضرورت اور حقیقت پر تفصیلی روشنی ڈالی اور بڑے درد بھرے دل کے ساتھ جماعت کے افراد کو توحید پہ قائم ہونے اور اس کی اشاعت کے لئے اپنی تمام تر کوششوں کو بروئے کار لانے کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ آپ جماعت کی جملہ تنظیموں کی مجالسِ عاملہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سب سے اہم بات جس کو تمام دنیا کی مجالس عاملہ کو ملحوظ رکھنا چاہیئے وہ توحید ہے۔ توحید خالص کسی آسمان پر بسنے والی چیز کا نام نہیں ہے۔ (دینِ حق) جس خدا کو پیش کرتا ہے وہ آسمانوں کا بھی خدا ہے اس سے کائنات کا کوئی حصہ بھی خالی نہیں وہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے۔ اس کی توحید کے دائرہ سے کوئی چیز بھی باہر نہیں۔ اس کی توحید کے اثر اور نفوذ سے کوئی چیز خالی نہیں ہونی چاہیئے۔ اس لئے جماعت احمدیہ جو حقیقی توحید پرست ہے اسے اپنے طرزِ عمل میں توحید کا منظر پیش کرنا چاہیئے۔ اگر جماعت احمدیہ نے اس طرف سے غفلت کی اور ایسا ہونے دیا کہ انگلستان کی جماعت ایک الگ کردار لے کر اُٹھ رہی ہو اور افریقہ کی جماعتیں ایک الگ کردار لے کر اُٹھ رہی ہوں اور اسی طرح یورپ اور امریکہ، چین اور جاپان۔ انڈونیشیا اور ملائشیا کی اور دیگر ممالک کی جماعتیں اپنا اپنا ایک الگ کردار اپنا رہی ہوں تو توحید قائم نہیں ہو سکتی۔ توحید عمل کی دنیا میں دکھائی دینی چاہیئے۔ خدا کے نام پر اکٹھے ہونے والے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پہ جمع ہونے والے ایک

ہو جانے چاہئیں اور انہیں وحدت کا منظر پیش کرنا چاہیئے۔ وحدت کے مناظر مختلف شکلوں سے مختلف زاویوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ ایک وحدت کا منظر ہے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنا اور ایک ہو جانا جغرافیائی تفریقات کو بھلا دینا۔ رنگ نسل کے امتیازات کو فراموش کر دینا اور ایک جان ہو جانا۔ اس پہلو سے بھی توحید کو دنیا میں قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے اور یہ محض تلقین سے قائم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سلسلہ میں باقاعدہ منصوبہ بندی ہونی چاہیئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷۔ نومبر ۱۹۸۶ء **الفضل ۲۔ ستمبر ۱۹۹۳ء**)

پھر حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام کی روشنی میں جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"چونکہ توحید کا مضمون چل رہا ہے اس لئے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے والی ایک خدائی خبر کے الفاظ میں ان تمام مجالس کو اور دنیا کی تمام جماعتوں کو پیغام دیتا ہوں کہ اے ابنائے فارس توحید کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ خبردار توحید کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ خوشخبری دو۔ کہ خدا کی نگاہ میں ان کا قدم سچائی پر پڑا ہے ان کے رب کی نظر میں ان کا قدم سچائی پر پڑ رہا ہے۔

ان دونوں جملوں کا تعلق دراصل توحید اور اس کے لازمی نتیجہ سے ہے۔ یہاں ابنائے فارس کو یہ ارشاد فرمایا گیا لیکن ابنائے فارس میں روحانی ابنائے فارس لازماً داخل ہیں۔ کیونکہ ابنائے فارس کا مضمون بھی روحانی تعلق سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت قرار دیا۔ گویا کہ ان کی ذات کا ایک روحانی تعلق ہے۔ جیسے اہلِ بیت کے تعلق میں تبدیل کر کے ظاہر فرمایا گیا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰۔ اگست ۱۹۹۳ء الفضل ۲۰۔ نومبر ۱۹۹۳ء)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد قدرتِ ثانیہ کی برکت سے خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ توحید خالص پر قائم ہے اور توحید ہی اس کے تمام تر مقاصد میں داخل ہو چکی ہے۔ اور یہی وہ چشمہ ہے جس کے ذریعہ وہ دنیا بھر کے پیاسوں کی تشنگی بجھانے کی کوشش کر رہی ہے۔

# اشارات

ہم اپنا انتخابِ نظر دیکھتے رہے
رُوحِ روانِ قلب و جگر دیکھتے رہے

لوگ آسماں پہ چاند اگر دیکھتے رہے
ہم بھی زمیں پہ اپنا قمر دیکھتے رہے

رُعبِ جمال و حُسن سے ہم اُنکی بزم میں
کچھ کر سکے نہ بات مگر دیکھتے رہے

بخشی مسیحِ وقت نے پھر زندگی ہمیں
کچھ لوگ یُونہی راہِ خضر دیکھتے رہے

ہم تو رواں ہیں منزلِ مقصود کی طرف
لیکن عنید گردِ سفر دیکھتے رہے

واعظ تمہارا عشق پہ جادُو نہ چل سکا
ہر گاہ تجھ کو خاک بہ سر دیکھتے رہے

باطل کے لشکروں کے مقابل پہ آج تک
دینِ خدا کی فتح و ظفر دیکھتے رہے

وہ آئے اور پھول بکھیرے۔ چلے گئے
سب پیار کی نظر سے اُدھر دیکھتے رہے

مُہرِ سکوت سب کے لبوں پر لگی رہی
جب تک وہ بار بار اِدھر دیکھتے رہے

مر کر شہید زندۂ جاوید ہو گئے
حق کی رضا۔ قضا و قدر دیکھتے رہے

مقبول و مستجاب ہوا دل کا اضطرار
ہر لحظہ ہم دعا کا اثر دیکھتے رہے

سر پر مدام یورشِ آفات دہر ہیں
تائیدِ ایزدی کی سپر دیکھتے رہے

گزری ہے شادؔ عمر مری انتظار میں
ہم راہ ان کی شام و سحر دیکھتے رہے

محمد ابراہیم شادؔ

# "ہے اُس کی گود میں جو گرا اُس جناب میں"

ـــــــ محترم میاں عبدالقیوم صاحب ایم اے ۔ راولپنڈی ـــ

اس دنیا دارالابتلاء میں ہر انسان کیلئے اس کے آخری سانس تک مصائب اور ابتلاؤں کا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ جاری رہتا ہے۔ عمر اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ یہ ابتلاء بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ بلوغت کے بعد سے تو یہ آزمائشیں شدت اختیار کر لیتی ہیں۔ کبھی شیطان حملہ کرتا ہے۔ کبھی اپنا نفس ہی بے قابو ہو کر اسے فحشا اور بدیوں میں گرانا چاہتا ہے۔ دنیا کی خوبصورتی اسے ہر وقت اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔ مال و دولت کی تمنا اور دنیاوی جاہ و حشمت کی خواہش اسے اپنا غلام بنائے رکھتی ہیں۔ اور کبر و غرور تو ہر آن اس پر سوار رہتے ہیں۔ پھر کچھ آفات ارضی اور سماوی اس پر متواتر حملہ کرتی رہتی ہیں۔ بیماریاں۔ بھوک۔ موت موتی اور خوف اس پر سایہ کئے رہتے ہیں۔ اور باوجود دلی خواہش اور انتہائی کوشش کے راستہ کے کانٹے۔ جھاڑیاں اور کھائیاں اسے شدید پریشانیوں میں مبتلاء رکھتی ہیں اور بعض دفعہ اسی کشاکش میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر کے وہ اس صفحہ ہستی سے ہی غائب ہو جاتا ہے۔

آخر اس کا علاج کیا ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان از خود تو ان ابتلاؤں سے امن میں نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ وہ تو اپنی خلقت میں ہی بہت کمزور ہے۔ ایک معمولی سا زخم ہی اس کی زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ بے شمار بیرونی ابتلاؤں کے علاوہ اس کے اندرونی جذبات اور خواہشیں جو اس کے ابتلاؤں کا ایک بڑا ذریعہ ہیں وہ اس کے اختیار میں نہیں۔ یہ سب اندر ہی اندر اسے سخت مضمحل کرتی۔ بے چین رکھتی اور اسے ایک نہ بجھنے والی آگ میں جلائے رکھتی ہیں۔ اس کے باوجود ہم یقین رکھتے ہیں کہ ان تمام ابتلاؤں اور مصیبتوں کا علاج ضرور موجود ہے۔ کیونکہ جس ہستی نے انسان کو تخلیق فرمایا وہ تو حد درجہ رحمان۔ رؤف اور رحیم ہے پھر وہ قادر اور مقتدر بھی ہے۔ نظام عالم کی باریک در باریک تاروں اور کُنہ تک اس کا حکم جاری و ساری ہے۔ اس لئے علاج تو ضرور موجود ہے۔ یہ انسانی فطرت کی آواز ہے۔ وجہ یہ کہ جب انسانی تکالیف انتہائی شدت اختیار کر لیتی ہیں۔ جب امید کی تمام کرنیں تاریکی میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ جب کامیابی کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ اور ہولناک صعوبتیں ہر طرف سے گھیر لیتی ہیں اور انسان بالکل بے بس اور مایوس ہو کر خاک میں گم ہو جاتا ہے۔ اس وقت بھی اس کی رُوح میں روشنی اور امید کی ایک شمع فروزاں رہتی ہے۔ ایسے مایوس کُن حالات میں انسان بے اختیار ہو کر اپنے خالق و مالک اور ربِّ حقیقی کی طرف جُھک جاتا ہے۔ قرآن مجید اس حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب تم مضطر ہو کہ اس سے دعا کرتے ہو تب وہ سرچشمہ رحم تمہاری تکالیف کو دُور فرما

دیتا ہے اور تمہیں پھر سے قوت عطا کرتا اور اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ کیا اس ہستی کے علاوہ کوئی اور خدا بھی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس زمانہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بنیادی حقیقت کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے:-

ہوتا ہے وہ اسی کا جو اس کا ہی ہو گیا
ہے اس کی گود میں جو گرا اس جناب میں

اس شعر کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جو انسان بھی خدا کی جناب میں گر جاتا ہے وہ خدا کی گود میں آجاتا ہے۔ دوسرے مصرعہ میں اس کی جناب میں گرنے پر اصل زور ہے۔ ظاہری عبادت پر زور نہیں۔ تسبیح و تحمید پر زیادہ زور نہیں۔ دعاؤں پر زیادہ زور نہیں۔ استغفار و درود پر زیادہ زور نہیں۔ یہ سب خدا کو بہت پسند ہیں۔ لیکن اس مصرعہ میں خدا کے حضور گرنے کے مفہوم پر زیادہ زور اور اہمیت دی جا رہی ہے اور خدا کی جناب میں گرنے کا مفہوم اس کے حضور اپنی کمال درجہ کی خاکنشینی اور عاجزی اور خدا کی ذات پر کامل بھروسہ توکل اور یقین کے ساتھ متوجہ ہونے کا نام ہے۔ اس میں انسانی نفس کو ملیامیٹ کر کے اپنے اوپر کامل فنا کی حالت وارد کرنے کا نام ہے۔ اس حالت کا ہم عام انسانوں سے بھی کسی حد تک اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ چاہے کتنا بُرا اور نافرمان ہی کیوں نہ ہو جب اپنے والد کے سامنے گر کر اپنا سَر اس کے پیروں پر رکھ دے اور دھڑکتے ہوئے دل، کانپتے ہوئے ہاتھوں اور آنسو بہاتی آنکھوں سے اپنے باپ سے اس کی مدد کی درخواست کرے تو دنیا میں وہ کون سا باپ ہے جو اپنے اس بیٹے کو اپنے سینہ سے نہ لگائے گا۔ اور اسی طرح جب کوئی انسان ایسی حالت بنا کر خدا کے آستانہ پر گر جاتا ہے تو کیا خدا ایسے شخص کو اپنی گود میں نہیں جگہ دے گا۔ اور خدا کی گود وہ جنت ہے جہاں کوئی تکلیف نہیں۔ کوئی غم نہیں۔ کوئی مصیبت نہیں۔ کوئی خوف نہیں۔ وہ ابدی سکون اور انتہائی خوشی کی جگہ ہے۔

ہم میں سے بہت اس صداقت سے آشنا ہیں۔ پر تھوڑے ہیں جو درحقیقت خدا کی جناب میں گر جاتے ہیں اور جو اس کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ وہ پوری عاجزی سے نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ انسان واقعی طور پر خدا کی جناب میں گرے پھر بھی خدا اسے اپنی گود میں نہ بٹھائے۔ اگر ہم اس کی گود میں نہیں تو لازماً دوسری بات بھی صحیح ہے کہ ہم واقعی طور پر اس کی جناب میں گرے بھی نہیں۔ خدا کا اپنے ان عاجز بندوں کو جو اس کی جناب میں گر جاتے ہیں اپنی گود میں بٹھانا اس کی ازلی ابدی سُنّت ہے۔ تمام مذاہب یہی سکھاتے آئے ہیں۔ تمام انبیاء کی یہی تاریخ ہے۔ تمام اولیاء ابدال واقطاب کا یہی تجربہ ہے۔ ہر قوم کے بزرگوں کی قبروں سے یہی آواز آرہی ہے۔ اور تمام نظامِ کائنات بھی اس کی تصدیق کر رہا ہے۔

اب ایک سوال باقی ہے کہ کیا ہمارے پاس کوئی ایسا نمونہ بھی ہے جسے دیکھ کر ہم اندازہ کر سکیں کہ خدا کے حضور گِر جانے کا اصل مفہوم کیا ہے۔ سو خدا کا شکر ہے کہ خدا کی بے پایاں رحمت نے ہمیں ایک بہترین نمونہ پہلے سے عطا فرمادیا ہوا ہے اور وہ سیّد ولد آدم حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ کُتب احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خُدا کے حضور گرنے کے مختلف مناظر اور نمونے بیان کئے گئے ہیں۔ سوان میں سے ایک نمونہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے رب کے حضور عرض پرداز ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَتَرٰی مَکَانِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِنْ اَمْرِیْ۔ وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ۔ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِہٖ۔ اَسْاَلُکَ مَسْئَلَۃَ الْمِسْکِیْنِ۔ وَاَبْتَھِلُ اِلَیْکَ اِبْتِھَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ۔ وَاَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ۔ مَنْ خَضَعَتْ لَکَ رَقَبَتُہٗ وَفَاضَتْ لَکَ عَبْرَتُہٗ وَذَلَّ لَکَ جِسْمُہٗ، وَرَغِمَ لَکَ اَنْفُہٗ۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ شَقِیًّا وَکُنْ بِیْ رَءُوْفًا رَحِیْمًا۔ یَاخَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَیَاخَیْرَ الْمُعْطِیْنَ۔　(طبرانی کبیر بروایت ابن عباس بحوالہ جامع الصغیر)

اس دعا کا ترجمہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان جذبات کی صحیح عکاسی کر سکے جو ان الفاظ میں پنہاں ہیں۔ وہ تو ناممکن ہے۔ تاہم اس کے نزدیک تر ترجمہ یہ ہے:۔

"اے میرے اللہ تو میری باتوں کو سُنتا اور میری حالت کو دیکھتا ہے۔ نیز میرے ظاہر و باطن کو بھی خوب جانتا ہے۔ میرے مسئلہ میں تجھ سے میری کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ اور میری حالت یہ ہے کہ میں ایک تکلیف زدہ۔ محتاج اور تیری پناہ کا ملتجی ہوں۔ ایسا ملتجی جو سخت لرزاں ترساں اور ہراساں ہے۔ میں آپ کے حضور اپنی غلطیوں کا نہ صرف اقرار کرتا ہوں بلکہ دل سے معترف بھی ہوں۔ تیری جناب میں حد درجہ مسکین سوالی بن کر آیا ہوں۔ اور ایک ذلیل گنہگار کے گڑگڑانے کی طرح گڑگڑاتا ہوں۔ اور جیسا ایک خوف زدہ اور آفت رسیدہ ڈرتے ڈرتے عاجزانہ فریاد کرتا ہے ایسا ہی میں بھی تیرے حضور گرتا اور دعا کرتا ہوں۔ میری حالت تیرے حضور دعا کرتے وقت یہ ہے کہ میری گردن تیرے حضور جُھکی ہوئی ہے۔ میرے آنسو میرے رخسار پر بہہ رہے ہیں۔ میرا سارا جسم تیرے حضور گر گیا ہے۔ اپنی ناک تیرے دربار میں خاک پر رگڑ رہا ہوں۔ اور اس حالت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اے میرے اللہ مجھے اپنے حضور دعا میں کبھی بھی شقی اور بدبخت نہ بنائیو۔ بلکہ میرے لئے

حد درجہ شفقت کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا بن جائیو۔ کیونکہ تُو سوالیوں کا بہترین جواب دینے والا ہے اور تمام عطا کرنے والوں سے بہترین عطا کرنے والا ہے۔"

یہ دعا کس حد تک عاجزی۔ خاکساری۔ فروتنی۔ بے بسی اور بے کسی کو ظاہر کرتی ہے کہ انسانی ذہن اس سے زیادہ کا سوچ ہی نہیں سکتا۔ وہ ہستی جو خالق و مالک کون و مکان کی سب سے زیادہ محبوب ہے۔ وہ مردِ کامل جس کی خاطر یہ افلاک وجود میں لائے گئے۔ جو تمام اوّلین و آخرین میں۔ جنّ و انس و ملائکہ میں ہر نیکی۔ خوبی اور کمال اور تقدّس سب پر فوقیت لے گیا اور جس کے ہاتھ کو خدائے لم یزل اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے دیکھنے والی بات ہے کہ وہ کس حد تک اپنے آپ کو خدا کے حضور گرا دیتا ہے۔ تبھی تو وہ ہستی ہر وقت خدا کی گود میں نظر آتی ہے۔ اور تمام ملائک اور نظامِ عالم اور اس کا ذرہ ذرہ اس کی اطاعت اور خدمت میں مصروف نظر آتا ہے۔

اس میں ہر اس انسان کے لئے جو خدا کے حضور گرنا چاہے اور اس کی گود میں آنا چاہے ایک بہترین نمونہ اور راہ نمائی موجود ہے۔

---

بقیہ: سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل....

اور وہ ایک کوہِ گراں کی طرح برق جہندہ اور ابر فروشندہ (کڑکتی بجلیوں اور گرجتے بادلوں) کے سامنے یکساں پائے ثبات پر قائم تھا۔ اسکی پُرخلوص استقامت سے بعید تھا کہ وہ پایانِ عمر تک اس سنگِ آستاں سے جُدا ہو۔ جہاں اُس کی پُرمحنت کاوشوں کو بالیں آسائش ملی تھی اگرچہ میں اپنے ادراک کو تحریک احمدیہ کی بعض نکتہ آفرینیوں کا ہم وفاق نہیں دیکھتا۔ لیکن اس پُرگداز سوزشِ روحانی پر محو حیرت ہوں جس کے پُرتپش غلغلے میرے متحجر جذبات کو گرمیۂ محبت سے آشنا کر گئے ہیں۔ نورالدین کی ذاتِ گرامی ہماری مادی نگاہوں سے مستور ہے لیکن مساحتِ گیتی پر اس کے نقشِ پا بدستور ثبت ہیں اور منزلِ استقامت کی جانب ہماری رہبری کر رہے ہیں۔ لطف ازل اس کی خاک پر عنبر بار ہو۔۔۔"

(رسالہ البلاغ جولائی ۱۹۱۴ جلد ۱ نمبر ۲ از مالیر کوٹلہ)

جب ایک غیر از جماعت عالم کی نگاہ میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا یہ مقام تھا تو فدایانِ احمد کی نگاہ میں اس مقام کی رفعت کیا ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب.... کے حق میں کی خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح کا ذکر اسی دعا کے ساتھ ختم کرتا ہے۔

اے خدا بر تربتِ اُو بارشِ رحمت ببار ⁂ داخلش کُن از کمالِ فضل در بیت النعیم

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم افضل الرسل وخاتم النبیین۔

خبرنامہ انصار

# حُسن کارکردگی ناظمین اضلاع مجلس انصاراللہ پاکستان

سال ۱۳۷۳ہش/۱۹۹۴ء میں ناظمین اضلاع مجالس انصاراللہ پاکستان میں حُسن کارکردگی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ناظمین اضلاع اسنادِ خوشنودی کے حقدار قرار پائے ہیں۔ ان کے نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش کئے گئے تھے۔ جو حضور نے منظور فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ (آمین)

۱۔ نظامت ضلع کراچی — اوّل — ناظم ضلع مکرم نعیم احمد خان صاحب

۲۔ نظامت ضلع راجن پور — دوئم — ناظم ضلع مکرم چوہدری علی محمد صاحب

۳۔ نظامت ضلع اسلام آباد — سوئم — ناظم ضلع مکرم چوہدری عبدالواحد صاحب ورک

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ پاکستان)

# حُسن کارکردگی زعماءِ اعلیٰ، زعماء مجالس انصاراللہ پاکستان

سال ۱۳۷۳ہش/۱۹۹۴ء میں زعماءِ اعلیٰ اور زعماء مقامی مجالس انصاراللہ پاکستان حُسن کارکردگی کے لحاظ سے "علمِ انعامی" کی حقدار اور پہلی دس مجالس کی حسب ذیل فہرست حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں منظوری کے لئے بھجوائی گئی تھی۔ جسے حضور نے منظور فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب مجالس کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ (آمین)

۱۔ مجلس انصاراللہ۔ ربوہ اوّل اور علمِ انعامی کی حقدار

۲۔ مجلس انصاراللہ۔ مارٹن روڈ کراچی۔ دوم

۳۔ مجلس انصاراللہ۔ کریم نگر فیصل آباد۔ سوم

۴۔ مجلس انصاراللہ۔ اسلام آباد شمالی۔ چہارم

۵۔ مجلس انصاراللہ۔ بیت التوحید لاہور۔ پنجم

۶۔ مجلس انصاراللہ۔ دارالذکر فیصل آباد۔ ششم

۷۔ مجلس انصاراللہ۔ اسلام آباد شرقی۔ ہفتم

۸۔ مجلس انصاراللہ۔ مغلپورہ لاہور۔ ہشتم

۹۔ مجلس انصاراللہ۔ عزیز آباد ضلع راجن پور۔ نہم

۱۰۔ مجلس انصاراللہ۔ داجل ضلع راجن پور۔ دہم

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ۔ پاکستان)

# واقفینِ نَو کے والدین کے لئے ضروری اعلان

تمام ایسے احباب جنہوں نے اپنے بچوں کو وقفِ نَو کے تحت وقف کیا ہوا ہے ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وقفِ نَو کا فارم پُر کرنے کے بعد ان کا پتہ تبدیل ہو گیا ہو تو فوری طور پر شعبہ وقفِ نَو مرکزیہ (لندن) کو اطلاع بھجوائیں۔ اطلاع دیتے وقت "حوالہ نمبر وقفِ نَو" ضرور تحریر کریں تاکہ ریکارڈ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ مرکزی ریکارڈ میں اندراج مکمل ہونا بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر مکمل پتہ ضرور درج ہونا چاہیئے اور جب بھی پتہ تبدیل ہو اس کی اطلاع ضرور دی جانی چاہیئے۔

اطلاع بھجوانے کا پتہ: INCHARGE WAQFE NAU (CENTRAL)
16 - GRESSENHALL ROAD LONDON SW18 5QL
(انچارج تحریک وقف نَو۔ مرکزیہ، لندن) UNITED KINGDOM

---

## آپ کے خطوط

○ محترم پروفیسر منور شمیم صاحب خالد (ایسوسی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ) لکھتے ہیں:۔

"ماہنامہ انصاراللہ کا "حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر" نمبر رہتی دنیا تک یاد رکھا جانے والا تخلیقی عمل ہے۔ درحقیقت مستقبل کے متجسّس قارئین اور اہلِ علم کے لئے یہ تحقیق نشانِ راہ ہے اور اس پر ادارہ دلی مبارکباد کا مستحق ہے۔" آپ نے تعلیمی ریکارڈ کی درستی کیلئے ایک وضاحت کی ہے کہ تعلیم الاسلام کالج میں تشریف لانے والی جن بزرگ شخصیات اور عظیم دانشوروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ سب کانووکیشنز کے موقعہ پر مہمان خصوصی کے طور پر نہیں آئے اور نہ خطبہ اسناد ارشاد فرمایا۔ بلکہ کالج کی دیگر اہم تقاریب میں ان شخصیات نے شرکت فرمائی۔ اور بعض نے خطبہ اسناد ارشاد فرمایا۔

(نوٹ) ادارہ تاریخی ریکارڈ کی درستی کے لئے اس وضاحت پر محترم پروفیسر صاحب کا ممنون ہے۔

○ محترم ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب۔ لاہور نے لکھا ہے:۔

ماہ جنوری، مارچ میں مضمون "قبولِ احمدیت کی داستان بہت دلچسپ ہے"۔ آپ نے دریافت کیا ہے کہ مکرم واحد اللہ صاحب جاوید کو قبولِ احمدیت کی سعادت کب نصیب ہوئی؟

وضاحت کے جواب میں تحریر ہے کہ موصوف نے سالہا سال کی تلاشِ حق کے بعد ۱۹۸۴ء میں احمدیت قبول کی

# "استقامت۔ جس سے خدا ملتا ہے"

حضرت مسیح موعود بانیٔ سلسلہ احمدیہ ........ فرماتے ہیں :

"یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف سے بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزّت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پاویں اور کوئی تسلّی دینے والی بات موجود نہ ہو۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلّی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلّت پر خوش ہو جائیں موت پر راضی ہو جائیں ........ اور ہر چہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے کر دیں اور قضا و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۲۰)

مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہونے والا ہو اسی اثنا میں مجھے حضرت سید الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد، مہدی زمان، مسیح دوران، مؤلف براہینِ احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی۔ میں ان کے پاس پہنچا۔ تا حقیقتِ حال کا مشاہدہ کروں۔ میں نے فوراً بھانپ لیا۔ یہی موعود حَکم و عدل ہے اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدیدِ دین کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا اور اس عظیم الشان احسان پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدے میں گر گیا۔ اے ارحم الراحمین خدا تیری حمد اور تیرا شکر اور تیرا احسان ہے۔ کہ میں نے مہدیٔ زمان کی محبت کو اختیار کر لیا۔ اور آپ کی بیعت صدق دل سے کی۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کی مہربانی اور لطف و کرم نے ڈھانپ لیا۔ اور میں دل کی گہرائیوں سے ان سے محبت کرنے لگا۔ میں نے انہیں اپنی جائیداد اور اپنے سارے اموال پر ترجیح دی۔ بلکہ اپنی جان اپنے اہل و عیال اور والدین اور دوسرے سب عزیز و اقارب پر انہیں مقدم جانا۔ ان کے علم و عرفان نے میرے دل کو والا و شیدا بنا لیا۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے لئے ان کی ملاقات مقدر فرمائی۔ اور میری یہ خوش بختی ہے۔ کہ میں نے انہیں باقی تمام لوگوں پہ ترجیح دی اور میں ان کی خدمت کیلئے اُس جاں نثار کی طرح کمربستہ ہو گیا۔ جو کسی میدان میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ پس اسی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ پر احسان فرمایا۔ اور وہ بہتر احسان کرنے والا ہے۔"

## محبّ اپنے محبوب آقا کی نگاہ میں:

یہ تو تھی کیفیت جاں نثار محبّ کی۔ اب سنئے کیفیت اس زمانہ رُوزگار محبوب کی ........ حضور فرماتے ہیں:-

"جب سے میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حیّ و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں۔ دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے۔ اور میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلاّتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہوگا۔ میں تنہا اور ذلیل ہوں۔ پس جب دعا کا ہاتھ پے در پے اُٹھا۔ اور آسمان کی فضا میری دعا سے بھر گئی اور اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا۔ اور رب العٰلمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدّیق عطا فرمایا۔ جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارے میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے۔ وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسل کے لحاظ سے قریشی ہے۔ جو کہ (دین) کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔ پس مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی ضائع شدہ عضو مل گیا۔ اور ایسا سرور ہوا کہ جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

ملنے سے خوش ہوئے تھے۔ جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا۔ اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔"

پھر فرمایا:۔

"وہ ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے **نبض کی حرکت تنفّس کی حرکت کی پیروی** کرتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لبوں پر حکمت بہتی ہے۔ اور آسمان کے نور اس پر نازل ہوتے ہیں۔ جب کبھی وہ کتاب اللہ کی تعبیر کی طرف توجہ کرتا ہے تو اسرار کے منبع کھولتا ہے۔ اور لطائف کے چشمے بہاتا ہے۔ اور عجیب و غریب معارف حل کرتا ہے جو پردوں کے نیچے سوتے ہیں۔ لطائف کے ذرّات کی تنقید کرتا ہے۔ اور حقائق کی جڑوں تک پہنچ کر کھلا کھلا نور لاتا ہے۔ عقلمند اس کی تقریر کے وقت اس کے کلام کے اعجاز اور عجیب تاثیر کی وجہ سے تسلیم کے ساتھ اس کی طرف اپنی گردنوں کو لمبا کرتے ہیں۔ وہ حق کو سونے کے ڈلے کی طرح دکھاتا ہے۔ اور مخالفین کے اعتراضات کو جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے۔ سب حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھ کو یہ دوست ایسے وقت میں بخشا کہ اس کی سخت ضرورت تھی۔ سو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کی عمر، صحت اور ثروت میں برکت دے۔ خدا تعالیٰ کی قسم میں اس کے کلام میں ایک نئی شان دیکھتا ہوں۔ اور قرآن شریف کے اسرار کھولنے میں اس کے کلام اور مفہوم کے سمجھنے میں اس کو صادقین میں سے پاتا ہوں۔ میں اس کے علم اور حلم کو دو پہاڑوں کی طرح دیکھتا ہوں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون سا دوسرے پر فوقیت لے گیا ہے۔ وہ دین قیم کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اے رب تو اس پر آسمان سے برکتیں نازل کر اور دشمنوں کے شر سے اس کو محفوظ رکھ۔ اور جہاں کہیں بھی وہ ہو تو اُس کے ساتھ ہو۔ دنیا و آخرت میں اس پر رحم کر اے ارحم الراحمین۔ آمین ثم آمین۔"

پھر فرمایا:۔

"میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسے اعلیٰ درجے کا صدّیق دیا ہے جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے۔ اور باریک بین اور نکتہ رس۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کے لئے ایسی اعلیٰ درجے کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محبّ اس سے سبقت نہیں لے گیا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی خوشنودی کی سند ان الفاظ میں رقم فرما کر ہمیشہ کے لئے اپنے اس جاں نثار محبّ کا نام روشن کر دیا۔ فرمایا کہ

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ اُمت نورِ دیں بودے　∴　ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

حضور اقدس نے ایک بار فرمایا :-

"ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم مولوی صاحب کو کہیں۔ آگ میں کود جاؤ یا پانی میں چھلانگ پڑو انہیں عذر نہ ہو۔"

ایک بار (کچھ مستورات) کے درمیان تکرار ہوگئی کہ ان دونوں حضرات میں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کون زیادہ عزیز ہے۔ انہوں نے اس امر میں حضرت (اماں جان) سے استفسار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ فیصلہ تو بالکل آسان ہے ابھی ہو جاتا ہے۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے سب سے پیارے رفیق۔ ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ حضور نے پریشانی میں دریافت فرمایا۔ کیا مولوی نورالدین صاحب کے متعلق کوئی بات ہے۔ ایک دفعہ حضور کی طبیعت پر ایک امر گراں گزرا جس کے مدنظر حضور نے فرمایا کہ "تم میں سے بعض ایسے ہیں جو بے شمار نشان دیکھنے کے بعد بھی ان کا ایمان ابھی پختہ نہیں۔ لیکن ایسے بھی ہیں جنہوں نے کسی نشان کی ضرورت نہیں سمجھی۔ مولوی نورالدین صاحب ہیں کہ انہوں نے سنتے ہی اٰمَنَّا کہا اور فاروقی ہوتے ہوئے صدیقی عمل کیا۔ اس پر مولوی صاحب فرطِ جوش میں کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ حضرت عمر نے اپنے ایمان کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا کہ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا ۔ خاکسار کو آپ کے دعویٰ کے متعلق کبھی شک نہیں ہوا اور خاکسار یہ کہتا ہے کہ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِکَ مَسِیْحًا وَ مَھْدِیًّا ۔ یہ سن کر حضور اقدس کے چہرے پر انبساط کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے تقریر بند کر دی۔" (مفہوم ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۵۵)

## فدائیت کا اعلیٰ نمونہ :

ایک مخالف نے کہا کہ مرزا صاحب نے چند مسلمانوں کو ورغلا کر جماعت کی شیرازہ بندی کر لی ہے۔ اگر غیر مسلموں کو مسلمان بناتے تو ان کے دعویٰ پر غور ہو سکتا تھا۔

اس پر حضور اقدس نے مولوی صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ایک فہرست ایسے غیر مسلموں کی تیار کریں جو حضور کے ذریعے (ایمان) لائے۔ اس ارشاد کی تعمیل میں جو فہرست مولوی صاحب نے تیار کی اس میں اوّل نمبر پر اپنا نام اور کوائف درج کئے۔ کسی دوست کے اظہار حیرت پر فرمایا۔ اصل اور صحیح (دین حق) کا شرف تو مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے ہی حاصل ہوا۔

آپ اعلیٰ درجہ کے نہایت حاذق طبیب تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کسی متموّل یا بلند مرتبہ مریض یا کسی ایسے شخص کے کسی عزیز کے علاج کے لئے آپ سے قادیان سے باہر تشریف لے جانے کی درخواست کی گئی۔ آپ کا یہی جواب ہوتا۔ میرا ایک آقا ہے بدوں اس کے اذن کے میں حرکت نہیں کر سکتا۔ یوں آپ کا فیض بلاتفریق ہر کسی کے لئے عام تھا۔ اور خالصۃً لِلّٰہ۔ کوئی ذاتی غرض آپ کو اس میں نہ تھی۔ اپنی ضروریات اور حاجات کے لئے آپ کا کامل توکل اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا۔ اور وہی ارحم الراحمین خیر الرازقین ہر حالت میں آپ کا والی اور کفیل تھا۔ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط

کی بے شمار حیران کن مثالوں کا مشاہدہ آپ کی زندگی کے ہر ایک مرحلے پر ہوتا تھا۔

**بلند اخلاق کی ایک مثال:** آپ کے بلند اخلاق اور عالی حوصلگی کی مثالوں میں سے ایک کا ذکر کافی ہوگا جب ہنری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اقدام قتل کا استغاثہ کیا۔ اور اس استغاثہ کی سماعت کیپٹن ڈگلس حاکم ضلع کے رُوبرُو ہوئی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی بطور گواہ استغاثہ پیش ہوئے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجود ایک سنگین جرم کا ملزم ہونے کے کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر حاکم سے اپنے لئے کرسی دئے جانے کی درخواست کی۔ جسے حاکم نے درشتگی سے رد کر دیا۔ ان کا بیان سراسر کینہ اور بغض پر مبنی تھا۔ اور دروغ گوئی سے پُر تھا۔ جس کی حقیقت سے حاکم بھی واقف ہوگیا۔ بیان ختم ہونے پر جب وہ کھسیانے سے کمرۂ عدالت سے باہر نکلے تو خالی کرسی دیکھ کر اس کی طرف بڑھے لیکن ایک کانسٹیبل نے یہ کہہ کر انہیں بیٹھنے سے روک دیا کہ صاحب سپرنٹنڈنٹ کی اجازت نہیں۔ انہوں نے قریب ہی ایک دری پر بیٹھنا چاہا لیکن دری کے مالک نے دری کھینچ لی کہ مسلمانوں کا سرغنہ ہو کر جھوٹ بولنے سے دریغ نہیں کرتا۔ چل ہٹ۔ میری دری کو ناپاک نہ کر۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے یہ کیفیت دیکھی تو اُٹھ کر مولوی محمد حسین صاحب کے پاس گئے اور انہیں بازو سے پکڑ کر کہا کہ مولوی صاحب آئیں ہمارے پاس بیٹھ جائیں۔ اور ہر ایک بات کی حد ہونی چاہیئے۔

**آپ کا بلند مقام:** ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب بیمار ہو گئے اور بیماری طول پکڑ گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر دعا بھی کر رہے تھے اور ہر روز عیادت کے لئے بھی تشریف لے جاتے۔ ایک روز عیادت سے واپسی پر خود نسخہ تیار کر رہے تھے کہ حضرت (اماں جان) نے آپ کی پریشانی کو دیکھ کر بغرض تسکین وہی کہا "مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہوگئے۔ مولوی برہان الدین صاحب فوت ہوگئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مولوی صاحب کو جلد تندرستی عطا فرمائے۔ جس پر حضور نے فرمایا "یہ شخص ہزار عبدالکریم کے برابر ہے"۔

**حضرت مسیح موعود کا وصال اور قدرتِ ثانیہ کی بیعت:** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ساڑھے دس بجے قبل از دوپہر لاہور میں ہوا۔ جسدِ اطہر دوسرے دن صبح آٹھ بجے کے قریب قادیان پہنچا اور باغ والے مکان کے دالان میں احباب کی سہولت زیارت کے لئے رکھا گیا۔ جماعت کے اہلِ رائے اصحاب جو قادیان پہنچ چکے تھے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے مکان پر جمع ہوئے اور حضرت (اماں جان) اور صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور حضرت میر ناصر نواب صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد اتفاق رائے سے یہ تحریر تیار کی کہ

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی وَعَلَی الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ خَاتَمِ الْاَوْلِیَاءِ

اما بعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہمہ احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقیٰ ہیں۔ اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں۔ اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے شعر

؎ چہ خوش بُودے اگر ہر یک زِ اُمّت نورِ دیں بُودے

ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بُودے

سے ظاہر ہے کہ آپ کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں۔ اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے لئے ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔"

اس تحریر کے نیچے بہت سے احباب نے دستخط کئے جن میں یہ بھی شامل تھے۔

شیخ رحمت اللہ صاحب۔ سید محمد احسن صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ مولوی غلام حسن خاں صاحب۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔

(بدر جلد ۷ نمبر ۲۲　۲۔ جون ۱۹۰۸ء)

اس تحریر پر دستخط کرنے والے سب احباب حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا منشاء گذارش کیا۔ آپ نے کچھ سوچ کے بعد فرمایا۔ میں دعا کے بعد جواب دوں گا۔ پھر حضور نے دو نفل ادا کئے اور دعاؤں سے فارغ ہو کر فرمایا۔ چلو ہم سب وہیں چلیں جہاں ہمارے آقا کا جسدِ اطہر اور ہمارے بھائی انتظار میں ہیں۔ چنانچہ یہ مجلس برخاست ہو کر باغ پہنچی اور تمام حاضر الوقت احباب کے اتفاق سے حضرت مولوی مفتی محمد صادق صاحب نے مندرجہ بالا تحریر حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں بطور درخواست پڑھ کر سنائی اس کے جواب میں آپ نے تشہد اور تعوذ کے بعد آیت وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ۔۔۔۔ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ تلاوت فرمائی اور ایک درد انگیز تقریر کے دوران فرمایا:۔

"کہ میری پچھلی زندگی پر غور کر لو میں کبھی امام بننے کا خواہش مند نہیں ہوا۔ میں۔۔۔۔ اپنی حالت سے

خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے ۔ مَیں دنیا میں ظاہر داری کا خواہش مند نہیں ۔ مگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے ۔ اس خواہش کے لئے مَیں دعائیں کرتا ہوں اور قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا ۔ مَیں نے اسی فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی ۔ اسی لئے مَیں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے ۔ حضرت صاحب کے اقارب میں .... تین آدمی موجود ہیں ۔ اوّل میاں محمود احمد وہ میرا بھائی ہے اور بیٹا بھی ۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں ۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے حضرت کے ادب کا مقام ہیں ۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں ۔ اسی طرح خدمت گزارانِ دین میں سے سید محمد احسن صاحب اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں ۔ سیّد بھی ہیں ۔ خدماتِ دین کے لئے ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ میرے جیسا انسان شرمندہ ہو جاتا ہے ۔ آپ نے ضعیف العمری میں بہت سی تصانیف حضرت کی تائید میں لکھیں ۔ یہ ایسی خدمت ہے جو انہیں کا حصہ ہے ۔ بعد اس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں جو ایسی خدمات کرتے ہیں جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں ۔ سب لوگ موجود ہیں ۔ باہر کے لوگوں میں سے سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں اور بھی (احباب) ہیں ۔

یہ ایک بڑا بوجھ ہے ۔ خطرناک بوجھ ہے ۔ اس کا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے خدا کے عجب در عجیب وعدے ہوتے ہیں جو ایسے دکھوں کے لئے جو بیٹھ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں ۔

پس مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کر لو مَیں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں ۔ اگر تم میری ہی بیعت کرنا چاہتے ہو تو سُن لو بیعت بِک جانے کا نام ہے ...... بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے ۔ ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے ..... طبائع کے اختلاف پر نظر کر کے یک رنگ ہونے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے ۔ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے ....

..... اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی ۔ اگر تمہیں یہ بات منظور ہو .... تو میں طوعًا و کرہًا اس بوجھ کو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے اٹھاتا ہوں جس نے فرمایا کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ .....

یاد رکھو ساری خوبیاں وحدت میں ہیں ۔ جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مر چکی ۔ " (بدر جلد ۷ نمبر ۲۲ ۲ جون ۱۹۰۸ء)

اس تقریر کو سن کر تمام حاضرین نے جن کی تعداد تقریبًا بارہ صد تھی یک زبان ہو کر کہا کہ آپ ہماری بیعت لیں ہم آپ کے احکام مانیں گے آپ ہمارے امیر ہیں ۔ اور ہمارے مسیح کے جانشین ۔ اس کے بعد تمام حاضرین

نے حضرت مولوی صاحب کو خلیفۃ المسیح اول تسلیم کر کے آپ کی بیعت کی۔ بیعت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جس کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ اور نماز کے بعد خدام نے یکے بعد دیگرے حضرت اقدس کے نورانی چہرہ کی آخری زیارت کی اور شام کے قریب جسدِ اطہر کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے بحیثیت سیکرٹری صدر انجمن یہ اعلان شائع کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا حضرت مسیح موعود و باجازت حضرت (اماں جان) کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی .... حضرت حاجی الحرمین شریفین حضرت حکیم نور الدین صاحب سلمہٗ کو آپ کا جانشین اور ..... قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ یہ خط بطور اطلاع کل ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں بذاتِ خود یا تحریری بیعت کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وصال سے ڈیڑھ ماہ پیشتر ایک تقریر کے دوران میں فرمایا۔ صوفیاء نے لکھا ہے جو شخص کسی شاہد یا نبی اور رسول کے بعد (جانشین) ہونے والا ہوتا ہے سب سے پہلے حق اس کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ صریح اشارہ تھا کہ حضور کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب آپ کے (جانشین) ہوں گے۔

## غیر مبائعین کے شبہات :

خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہی بعض (احباب) کے دل میں شبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ مولوی محمد علی صاحب کو تو بیعت میں بھی تامل تھا۔ حقیقتِ اختلاف صـ ۳۰-۲۹ پر انہوں نے بیان کیا۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات لاہور میں ہوئی۔ آپ کی نعش مبارک جب قادیان میں پہنچی تو باغ میں خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ یہ تجویز ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود کے جانشین حضرت مولوی نورالدین ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تجویز ہوئی ہے کہ سب احمدی ان کے ہاتھ پہ بیعت کریں۔ میں نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ نئے سلسلہ میں داخل ہونگے انہیں بیعت کی ضرورت ہے اور یہی الوصیت کا منشاء ہے اور اب تک میں اس پر قائم ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جن لوگوں نے بیعت کی ہے انہیں آپ کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص کی بیعت کی ضرورت نہیں اور نہ بیعت لازمی ہے۔ لیکن بایں ہمہ میں نے بیعت کر بھی لی۔ کیونکہ اس میں جماعت کا اتحاد تھا۔"

لیکن مولوی صاحب نے اس کے بعد اپنے رسالہ ایک نہایت ضروری اعلان میں یہ بھی کہا۔

"مرید اپنے تئیں اپنے مرشد کے سامنے ایک بے جان کی طرح ڈال دیں اور اپنی جملہ خواہشات کو اس کے سپرد کر دیں نہ یہ کہ مرشد کہتا ہے کہ ایک بات درست ہے تو مرید کہتا ہے کہ مرشد نے سمجھائی نہیں۔ میں اس سے بہتر سمجھتا ہوں۔ بیعت کر لینے کے بعد یہ حضرت خلیفۃ المسیح کی گستاخی ہے اور بیعت کے مفہوم کے ساتھ ہنسی ہے۔"

غیر مبائعین کا امیر بننے کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے امیر کے اختیارات اور حیثیت کی عین وہی تعریف کی جو (امام) پر صادق آتی ہے۔ گو انہیں وہ حیثیت حاصل ہے۔

**قدرتِ ثانیہ کے ذریعہ برکات:** حضرت خلیفۃ المسیح...... نے اپنے مختصر زمانہ...... میں کئی کارہائے نمایاں سر انجام دیئے اور بہت سے عزائم مبارکہ کی تکمیل کی۔ واعظینِ سلسلہ اور علمائے دین کی ایک جماعت تیار کی۔ دینی تعلیم کا نظام قائم کیا۔ قرآن کریم کے علوم و حقائق کا سلسلہ صحت اور بیماری میں جاری رکھا۔ یتامیٰ اور مساکین کی متواتر خبر گیری فرمائی۔ طلبا کی ہر لحظہ ہمت افزائی کی۔ کسبِ خیر کی تمام راہوں پر گامزن رہنے کا عملی نمونہ پیش کرتے چلے گئے۔ جماعت کی دینی، اخلاقی اور روحانی تربیت متواتر فرماتے رہے۔ لیکن آپ کا سب سے ممتاز کارنامہ استحکام (امامت) تھا۔ اس مقصد کے حصول میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ یہ وہ امانتِ عظیمہ تھی جسے آپ نے کامل طور پر ادا فرمایا۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اسی امانت کو ادا فرمایا تھا۔ فجزاھم اللہ خیراً۔ تفصیل میں جانے کے لئے وقت بھی میسر نہیں اور تفصیل میں جانے کی ضرورت بھی نہیں۔ آپ نے ان حقائق میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دی کہ (امام) خدا بناتا ہے۔ (امام) واجب الاطاعت امیر ہوتا ہے۔ سلسلے کے تمام ادارے (امام) کے تابع ہیں۔ (امام) ان کا مطاع ہے۔ (امام) کی اطاعت رسول کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ (امامت) کے متعلق جماعت میں (اختلاف) ہونے پر ۶۵ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ آج (امامت) سے متعلقہ اختلافی مسائل پر کسی بحث مباحثے کی ضرورت باقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت نے سب مسائل حل کر دیئے ہیں۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جو ایک وقت کہہ چکے تھے۔ کہ حاصلِ کلام یہ کہ نبی اور رسول ہونگے مگر ساتھ ہی امتی بھی ہونگے کیونکہ اس طرح بسبب امتی ہونے کے ان کی رسالت اور نبوت ختم نبوت کے منافی نہ ہوگی۔ مجاہد کبیر میں لکھا ہے۔ کہ

"اس میں شک نہیں کہ اگر میاں محمود صاحب اور ان کی جماعت حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو ان کے اصل اور صحیح مقام پر رہنے دیتی اور ان کے متعلق غالیانہ عقائد کا اظہار نہ کرتی تو یہ مخالفت کبھی پہنچنے